جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ
لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ
القرآن الحکیم ۶۵:۱۲
النور
اخاء ۱۳۹۱ ہش
اکتوبر ۲۰۱۲ء
AHMADIYYA
MUSLIM COMMUNITY
United States of America
Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

Books on Life of Muhammad[saw]
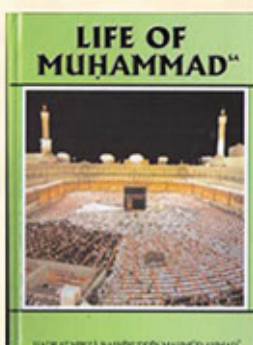
Life of Muhammad[saw]

by Hadhrat Mirza Bashiruddin Mahmud Ahmad[ra]

The book is an excellent and affectionate sketch of the Holy Prophet Muhammad[saw] followed by his personality and character in various phases of his life. Full of beautiful teachings of Islam practically shown by the Holy Founder of Islam[saw] – a guideline for everyone's life.
(Pages 395, Price $8.00)
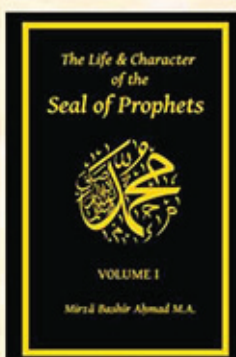
The Life & Character of the Seal of Prophets[saw]

English translation of *Seerat Khatamun Nabiyyinsaw Vol. 1, by Hadhrat Mirza Bashir Ahmad[ra]*

This fascinating book not only highlights the various aspects of the life of the Holy Prophet[saw] but also presents the prominent events and episodes in the history of Islam with solid historical testimonies.
(Pages 390, Price $8.00)
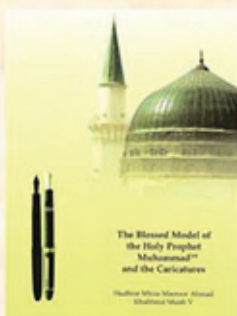
The Blessed Model of the Holy Prophet[saw] and the Caricatures

Hadhrat Khalifatul Masih V[aba]

Shock waves of indignation ran across Muslim world following the publication of offensive and crude caricatures of the Holy Prophet[saw] . In his Friday Sermon, Hazoor[aba] showed the Islamic ways and means to respond to this kind of situation.
(Pages 347, Price $3.00)
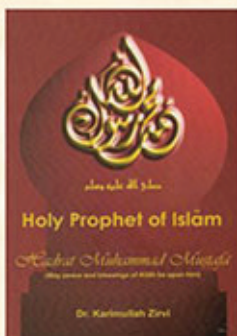
Holy Prophet of Islam[saw]

Dr. Karimullah Zirvi

"…It is a most welcome addition for the English speaki9ng world to better understand the life and teachings of Muhammad peace and blessings of Allah be upon him. Through every facet of life, his biography, that needs to be told again and again, reveals a noble character and an excellent exemplar for all of us…"
(Pages 450, Price $10.00)

To obtain these books, please contact

by e-mail: incharge@amibookstore.us
by U.S. mail: Bookstore, 15000 Good Hope Road, Silver Spring, MD 20905
or visit on-line store: http://www.amibookstore.us/

اکتوبر 2012

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ج وَمِنْ اٰنَـآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰىO

(طٰہٰ: 131)

اور اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے نیز رات کی گھڑیوں میں بھی تسبیح کر اور دن کے کناروں میں بھی۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 65-66}

لکھنے کا پتہ:

karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

(سورۃالبقرۃ: 128)

اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ابراہیمؑ اس گھر کی بنیادیں اُٹھارہا تھا اور (اس کے ساتھ) اسمٰعیل بھی (اور وہ دونوں کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے (اس خدمت کو) قبول فرما۔ تُو ہی (ہے جو) بہت سُننے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ :

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یہ انبیاء ہی کی شان ہے کہ وہ کام کے ساتھ ساتھ دُعائیں بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔ لوگ تھوڑا سا کام کرتے ہیں تو فخر کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ بڑا ہوتا ہے۔ تو اُسے ایک ایسے جنگل میں چھوڑ آتے ہیں جہاں نہ کھانے کا کوئی سامان تھا نہ پینے کا۔ اور پھر خانہ کعبہ کی عمارت بنا کر اُن کی دائمی موت کو قبول کر لیتے ہیں۔ دائمی موت کے الفاظ میں نے اس لئے استعمال کئے ہیں کہ ممکن تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واپس آجانے کے بعد وہ وہاں سے نکل کر کسی اور جگہ چلے جاتے مگر بیت اللہ کی تعمیر کے ساتھ وہ خانہ کعبہ کے ساتھ باندھ دیئے گئے گویا خانہ کعبہ کی ہر اینٹ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بزبانِ حال کہہ رہی تھی کہ تم نے اب اِسی جنگل میں اپنی تمام عمر گزارنا ہے۔ یہ کتنی بڑی قربانی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی۔ مگر اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے اور کہتے ہیں کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا۔ اے اللہ! ہم ایک حقیر ہدیہ تیرے حضور لائے ہیں تو اپنے فضل سے چشم پوشی فرما۔۔۔ اسے قبول فرمالے۔ اور پھر کتنے تکلف سے قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔۔۔

حالانکہ یہ اتنی بڑی قربانی تھی کہ اس کی دُنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قربان کررہا تھا اور خانہ کعبہ کی ہر اینٹ اُن کو بے آب و گیاہ جنگل کے ساتھ مقید کررہی تھی۔ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس کی ایک ایک اینٹ کے ساتھ انکے جذبات واحساسات کو دفن کررہے تھے۔ مگر دُعا یہ کرتے ہیں کہ الٰہی یہ چیز تیرے حضور پیش کرنے کے قابل تو نہیں مگر تُو ہی اسے قبول فرمالے۔ یہ کتنا بڑا تذلّل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار فرمایا۔ اور درحقیقت قلب کی یہی کیفیت ہے جو انسان کو اونچا کرتی ہے۔ ورنہ اینٹیں تو ہر شخص لگا سکتا ہے مگر ابراہیمی دل ہو تب وہ نعمت میسر آتی ہے جو خدا تعالیٰ نے اُنہیں عطا فرمائی۔ پس ہر انسان کو چاہیئے کہ وہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ کہے۔ لیکن افسوس ہے کہ لوگ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا کہنے کی بجائے یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہماری قدر نہیں کی جاتی۔ حالانکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں دوسروں کی نقل میں کرتے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی کی نقل میں قربانی نہیں کی بلکہ ادھر خدا نے حکم دیا اور اُدھر وہ قربانی کے لئے تیار ہوگئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دُنیا کے ستون ہوتے ہیں اور جن کا بابرکت وجود مصائب کے لئے تعویذ کا کام دے رہا ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ کہتے جاتے ہیں کہ اے خدا ہماری قربانی اس قابل نہیں کہ تیرے حضور پیش کی جاسکے۔ تیری ہستی نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔ ہاں ہم امید رکھتے ہیں کہ تُو چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے اسے قبول فرمالے گا۔

(تفسیر کبیر جلددوم صفحہ 177-180)

✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲

احادیثِ مبارکہ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے اکیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد10 صفحہ367 مطبوعہ بیروت)

✲✲✲✲✲✲

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے حج کے دوران کوہ صفا پر چڑھے جب آپؐ کو بیت اللہ نظر آنے لگا تو آپؐ نے تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے:

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔

(مسلم کتاب الحج)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں بادشاہت اُسی کی ہے اور تعریف بھی اُس کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دیگر روایات میں میدان عرفات میں بھی یہی کلمات پڑھنے کا ذکر ہے۔

✲✲✲✲✲✲

حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے یوم النحر (10 ذوالحجہ قربانی کے دن) میں رسول اللہ ﷺ کو قرن ثعالب مقام پر کھڑے دیکھا آپؐ یہ دُعا پڑھ رہے تھے۔

يَاحَیُّ يَا قَيُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ فَاكْفِنِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰى نَفْسِیْ طُرْفَةَ عَيْنٍ۔

(کتاب الدعا للطبرانی جلد2 صفحہ1209 مطبوعہ بیروت)

اے زندہ اے قائم رہنے والے! تیرے سوا کوئی معبود نہیں مَیں تیری رحمت کے ساتھ تیری مدد مانگتا ہوں میرے سب حال کے لئے تو خود ہی کافی ہو جا اور مجھے ایک لحہ کے لئے بھی اپنے نفس کے حوالے نہ کرنا۔

✲✲✲✲✲✲

حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول کریم ﷺ کی یہ دُعا حجاج کے حق میں بیان کی

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ ، وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ۔

(مستدرک حاکم مطبوعہ بیروت جلد 1 صفحہ441)

اے اللہ! حاجیوں کو بھی بخش دے اور اُن کو بھی جن کے لئے حاجیوں نے بخشش مانگی ہے۔

✲✲✲✲✲✲

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

لافِ زُھد و راستی اور پاپ دل میں ہے بھرا ہے زباں میں سب شرف اور پیچ دل جیسے چمار

اے عزیزو کب تلک چل سکتی ہے کاغذ کی ناؤ ایک دن ہے غرق ہونا بادوچشمِ اشکبار

جاودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں گُلشنِ دلبر کی رَہ ہے وادیٔ غُربت کے خار

اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اُٹھا ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اُٹھا لے سارا بار

تیری عظمت کے کرشمے دیکھتا ہوں ہر گھڑی تیری قدرت دیکھ کر دیکھا جہاں کو مُردہ وَار

کام دکھلائے جو تُو نے میری نصرت کے لئے پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زماں وہ کاروبار

کس طرح تُو نے سچائی کو مری ثابت کیا مَیں ترے قرباں مری جاں تیرے کاموں پر نثار

ہے عجب اک خاصیت تیرے جمال وحُسن میں جس نے اِک چمکار سے مجھ کو کیا دیوانہ وار

اے مرے پیارے ضلالت میں پڑی ہے میری قوم تیری قدرت سے نہیں کچھ دُور گر پائیں سُدھار

مجھ کو کافر کہتے ہیں مَیں بھی اُنہیں مومن کہوں گر نہ ہو پرہیز کرنا جھوٹ سے دِیں کا شعار

مجھ پہ اَے واعظ نظر کی یار نے تجھ پر نہ کی
حَیف اُس ایماں پہ جس سے کُفر بہتر لاکھ بار

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

’’۔۔۔خدا جو اصدق الصادقین ہے اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اس خدا کیلئے ہے جو پروردگار عالمیاں ہے پس دیکھ کہ کیونکر نُسُک کے لفظ کی حیات اور ممات کے لفظ سے تفسیر کی ہے۔ اور اس تفسیر سے قربانی کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے پس اے عقلمندو! اس میں غور کرو اور جس نے اپنی قربانی کی حقیقت کو معلوم کر کے قربانی ادا کی اور صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ ادا کی پس بہ تحقیق اس نے اپنی جان اور اپنے بیٹوں اور اپنے پوتوں کی قربانی کر دی اور اس کیلئے اجر بزرگ ہے جیسا کہ ابراہیم کے لئے اس کے ربّ کے نزدیک اجر تھا اور اسی کی طرف ہمارے سید برگزیدہ اور رسول برگزیدہ نے جو پرہیزگاروں کے امام اور انبیاء کا خاتم ہے اشارہ کیا اور فرمایا اور وہ خدا کے بعد سب سچوں سے زیادہ تر سچا ہے۔ بہ تحقیق قربانیاں وہی سواریاں ہیں جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہیں اور خطاؤں کو محو کرتی ہیں اور بلاؤں کو دور کرتی ہیں یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچیں جو سب مخلوق سے بہتر ہیں ان پر خدا تعالیٰ کا سلام اور برکتیں ہوں اور آنجناب نے ان کلمات میں قربانیوں کی حکمتوں کی طرف فصیح کلموں کے ساتھ جو موتیوں کی مانند ہیں اشارہ فرمایا ہے پس افسوس اور کمال افسوس ہے کہ اکثر لوگ ان پوشیدہ نکتوں کو نہیں سمجھتے اور اس وصیت کی پیروی نہیں کرتے اور ان کے نزدیک عید کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ غسل کریں اور نئے کپڑے پہنیں اور طعام کو سارے مونہہ کے ساتھ اور دانتوں کے کناروں سے چباویں۔ خود اور ان کے اہل وعیال اور نوکر اور غلام۔ اور پھر آرائش کے ساتھ نماز عید کیلئے باہر نکلیں جیسے بڑے رئیس ہوتے ہیں اور تو دیکھے گا کہ اچھے کھانوں میں اس دن ان کی سب سے بڑھ کر خوشی ہے۔ اور ایسا ہی اچھی اور نفیس پوشاکوں میں انتہائی مرتبہ انکی حاجتوں کا ہے تا قوم کو دکھلائیں اور نہیں جانتے کہ قربانی کیا چیز ہے۔ اور کس غرض کے لئے بکریاں اور گائیاں ذبح کی جاتی ہیں۔۔۔ اے بھائیو! یہ ہمارا زمانہ ہمارے اس مہینے سے مناسبت تام رکھتا ہے کیونکہ یہ آخری زمانہ ہے اور یہ مہینہ بھی اسلام کے مہینوں میں سے آخری ہے۔ اور دونوں ختم ہونے کے قریب ہیں اس آخری مہینہ میں بھی قربانیاں ہیں اور اس آخری زمانہ میں بھی قربانیاں ہیں۔ اور فرق صرف اصل اور عکس کا ہے جو آئینہ میں پڑتا ہے اور اس کا نمونہ زمانہء آنحضرت ﷺ میں گزر چکا ہے۔ اور اصل روح کی قربانی ہے اے دانشمندو! اور بکروں کی قربانیاں روح کی قربانی کے لئے مثل سایوں اور آثار کے ہیں پس اس حقیقت کو سمجھ لو اور تم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد یہ حق رکھتے ہو اور اس بات کے اہل ہو کہ اس حقیقت کو سمجھو اور تم ان میں سے ایک آخری گروہ ہو جو خدا کے فضل اور رحمت سے اس کے ساتھ شامل کئے گئے ہو۔ اور زمانوں کا سلسلہ جناب الٰہی سے ہمارے زمانہ پر ختم ہو گیا ہے جیسا کہ اسلام کے مہینے قربانی کے مہینہ پر ختم ہو گئے ہیں اور اس میں اہل رائے کے لئے ایک پوشیدہ اشارہ ہے۔۔۔‘‘

(خطبہ الھامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 43-69)

خطبہ جمعہ

یہ لوگ جو اپنی ضد کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے مقابلہ کر رہے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ اُس کی پکڑ میں آئیں گے

دشمنان اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بیہودہ اور لغو فلم بنائی ہے اور جس ظالمانہ طور پر اس فلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اہانت کا اظہار کیا گیا ہے اس پر ہر مسلمان کا غم اور غصّہ ایک قدرتی بات ہے

اس عظیم محسنِ انسانیت کے بارے میں ایسی اہانت سے بھری ہوئی فلم پر یقیناً ایک مسلمان کا دل خون ہونا چاہئے تھا اور ہوا اور سب سے بڑھ کر ایک احمدی مسلمان کو تکلیف پہنچی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور غلام صادق کے ماننے والوں میں سے ہیں۔ جس نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام کا اِدراک عطا فرمایا۔ پس ہمارے دل اس فعل پر چھلنی ہیں۔ ہمارے جگر کٹ رہے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ ان ظالموں سے بدلہ لے۔ اُنہیں وہ عبرت کا نشان بنا جو رہتی دنیا تک مثال بن جائے۔

(کراچی کے دو شہداء مکرم نوید احمد صاحب ابن مکرم ثناء اللہ صاحب اور مکرم محمد احمد صدیقی صاحب ابن مکرم ریاض احمد صدیقی صاحب کی شہادت کا تذکرہ۔ مرحومین کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 21 ستمبر 2012ء بمقام مسجد بیت الفتوح۔ مورڈن۔ لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (الاحزاب:57-58)

ان آیات کا یہ ترجمہ ہے کہ یقیناً اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی اُس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں، اللہ نے اُن پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اور اُس نے اُن کے لئے رُسوا کُن عذاب تیار کیا ہے۔

آجکل مسلم دنیا میں، اسلامی ممالک میں بھی اور دنیا کے مختلف ممالک میں رہنے والے مسلمانوں میں بھی اسلام دشمن عناصر کے انتہائی گھٹیا، گھناؤنے اور ظالمانہ فعل پر شدید غم و غصّہ کی لہر دوڑی ہوئی ہے۔ اس غم و غصہ کے اظہار میں مسلمان یقیناً حق بجانب ہیں۔ مسلمان تو چاہے وہ اس بات کا صحیح ادراک رکھتا ہے یا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی مقام کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لئے مرنے کٹنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ دشمنان اسلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بیہودہ اور لغو فلم بنائی ہے اور جس ظالمانہ طور پر اس فلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اہانت کا اظہار کیا گیا ہے اس پر ہر مسلمان کا غم اور غصہ ایک قدرتی بات ہے۔

وہ محسنِ انسانیت، رحمت للعالمین اور اللہ تعالیٰ کا محبوب جس نے اپنی راتوں کو بھی مخلوق کے غم میں جگایا، جس نے اپنی جان کو مخلوق کو تباہ ہونے سے بچانے کے لئے اس درد کا اظہار کیا اور اس طرح غم میں اپنے آپ کو مبتلا کیا کہ عرش کے خدا نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تو ان لوگوں کے لئے کہ کیوں یہ اپنے پیدا کرنے والے ربّ کو نہیں پہچانتے، ہلاکت میں ڈال لے گا؟ اس عظیم محسنِ انسانیت کے بارے میں ایسی

اہانت سے بھری ہوئی فلم پر یقیناً ایک مسلمان کا دل خون ہونا چاہئے تھا اور ہوا اور سب سے بڑھ کر ایک احمدی مسلمان کو تکلیف پہنچی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور غلام صادق کے ماننے والوں میں سے ہیں۔ جس نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام کا اِدراک عطا فرمایا۔ پس ہمارے دل اس فعل پر چھلنی ہیں۔ ہمارے جگر کٹ رہے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ ان ظالموں سے بدلہ لے۔ اُنہیں وہ عبرت کا نشان بنا جو رہتی دنیا تک مثال بن جائے۔ ہمیں تو زمانے کے امام نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ادراک عطا فرمایا ہے کہ جنگل کے سانپوں اور جانوروں سے صلح ہوسکتی ہے لیکن ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خاتم الانبیاءؐ کی توہین کرنے والے اور اُس پر ضد کرتے چلے جانے والے سے ہم صلح نہیں کرسکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''مسلمان وہ قوم ہے جو اپنے نبی کریمؐ کی عزت کے لئے جان دیتے ہیں۔ اور وہ اس بے عزتی سے مرنا بہتر سمجھتے ہیں کہ ایسے شخصوں سے دلی صفائی کریں اور اُن کے دوست بن جائیں جن کا کام دن رات یہ ہے کہ وہ اُن کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں اور اپنے رسالوں اور کتابوں اور اشتہاروں میں نہایت توہین سے اُن کا نام لیتے ہیں اور نہایت گندے الفاظ سے اُن کو یاد کرتے ہیں''۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''یاد رکھیں کہ ایسے لوگ اپنی قوم کے بھی خیر خواہ نہیں ہیں کیونکہ وہ اُن کی راہ میں کانٹے بوتے ہیں۔ اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ہم جنگل کے سانپوں اور بیابانوں کے درندوں سے صلح کرلیں تو یہ ممکن ہے۔ مگر ہم ایسے لوگوں سے صلح نہیں کرسکتے جو خدا کے پاک نبیوں کی شان میں بدگوئی سے باز نہیں آتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ گالی اور بدزبانی میں ہی فتح ہے۔ مگر ہر ایک فتح آسمان سے آتی ہے''۔ فرمایا کہ ''پاک زبان لوگ اپنی پاک کلام کی برکت سے انجامکار دلوں کو فتح کرلیتے ہیں۔ مگر گندی طبیعت کے لوگ اس سے زیادہ کوئی ہنر نہیں رکھتے کہ ملک میں مفسدانہ رنگ میں تفرقہ اور پھوٹ پیدا کرتے ہیں.....''۔ فرمایا کہ ''تجربہ بھی شہادت دیتا ہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ خدا کی غیرت اُس کے اُن پیاروں کے لئے آخر کوئی کام دکھلا دیتی ہے''۔

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد23 صفحہ385تا387)

اس زمانے میں اخباروں اور اشتہاروں کے ساتھ میڈیا کے دوسرے ذرائع کو بھی اس بیہودہ چیز میں استعمال کیا جارہا ہے۔ پس یہ لوگ جو اپنی ضد کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے مقابلہ کررہے ہیں، انشاءاللہ تعالیٰ اُس کی پکڑ میں آئیں گے۔ یہ ضد پر قائم ہیں اور ڈھٹائی سے اپنے ظالمانہ فعل کا اظہار کرتے چلے جارہے ہیں۔

2006ء میں جب ڈنمارک کے خبیث الطبع لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیہودہ تصویریں بنائی تھیں تو اُس وقت بھی مَیں نے جہاں جماعت کو صحیح ردّعمل دکھانے کی طرف توجہ دلائی تھی وہاں یہ بھی کہا تھا کہ یہ ظالم لوگ پہلے بھی پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس پر بس نہیں ہوگی۔ اس احتجاج وغیرہ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا جو اَب مسلمانوں کی طرف سے ہو رہا ہے بلکہ آئندہ بھی یہ لوگ ایسی حرکات کرتے رہیں گے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اُس سے بڑھ کر یہ بیہودگی اور ظلم پر اتر آئے ہیں اور اُس وقت سے آہستہ آہستہ اس طرف ان کا یہ طریق بڑھتا ہی جارہا ہے۔

پس یہ ان کی اسلام کے مقابل پر ہزیمت اور شکست ہے جو ان کو آزادیٔ خیال کے نام پر بیہودگی پر آمادہ کر رہی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یاد رکھیں کہ یہ لوگ اپنی قوم کے بھی خیر خواہ نہیں ہیں۔ یہ بات ایک دن ان قوموں کے لوگوں پر بھی کھل جائے گی۔ ان پر واضح ہوجائے گا کہ آج جو کچھ بیہودہ گوئیاں یہ کر رہے ہیں، وہ ان کی قوم کے لئے نقصان دہ ہے کہ یہ لوگ خودغرض اور ظالم ہیں۔ ان کو صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کے علاوہ کسی بات سے سروکار نہیں ہے۔

اس وقت تو آزادیٔ اظہار کے نام پر سیاستدان بھی اور دوسرا طبقہ بھی بعض جگہ کھل کر اور اکثر دبے الفاظ میں ان کے حق میں بھی بول رہا ہے اور بعض دفعہ مسلمانوں کے حق میں بھی بول رہا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اب دنیا ایک ایسا گلوبل ویلیج بن چکی ہے کہ اگر کھل کر برائی کو برائی نہ کہا گیا تو یہ باتیں ان ملکوں کے امن وسکون کو بھی برباد کردیں گی اور خدا کی لاٹھی جو چلنی ہے وہ علیحدہ ہے۔

امام الزمان کی یہ بات یاد رکھیں کہ ہر فتح آسمان سے آتی ہے اور آسمان نے یہ فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ جس رسول کی تم ہتک کرنے کی کوشش کررہے ہو اُس نے دنیا پر غالب آنا ہے۔ اور غالب، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، دلوں کو فتح کرکے آنا ہے۔ کیونکہ پاک کلام کی تاثیر ہوتی ہے۔ پاک کلام کو ضرورت نہیں ہے کہ شدت پسندی کا استعمال کیا جائے یا بیہودہ گوئی کا بیہودہ گوئی سے جواب دیا جائے۔ اور یہ بدکلامی اور بدنوائی جو ان لوگوں نے شروع کی ہوئی ہے، یہ انشاءاللہ تعالیٰ جلد ختم ہوجائے گی۔ اور پھر اس زندگی کے بعد ایسے لوگوں سے خدا تعالیٰ نبٹے گا۔

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں، ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اُن کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تمہارا کام اس رسول پر درود اور سلام بھیجنا ہے۔ ان لوگوں کی بیہودہ گوئیوں اور ظلموں اور استہزاء سے اُس عظیم نبی کی عزت و ناموس پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ تو ایسا عظیم نبی ہے جس پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی درود

بھیجتے ہیں۔مومنوں کا کام ہے کہ اپنی زبانوں کو اس نبی پر درود سے تر رکھیں۔اور جب دشمن بیہودہ گوئی میں بڑھے تو پہلے سے بڑھ کر درود وسلام بھیجیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔یہی درود ہے اور یہی نبی ہے جس کا دنیا میں غلبہ مقدر ہو چکا ہے۔

پس جہاں ایک احمدی مسلمان اس بیہودہ گوئی پر کراہت اور غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے وہاں ان لوگوں کو بھی اور اپنے اپنے ملکوں کے ارباب حل وعقد کو بھی ایک احمدی اس بیہودہ گوئی سے باز رہنے اور روکنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانی چاہئے۔ دنیاوی لحاظ سے ایک احمدی اپنی سی کوشش کرتا ہے کہ اس سازش کے خلاف دنیا کو اصل حقیقت سے آشنا کرے اور اصل حقیقت بتائے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خوبصورت پہلو دکھائے۔اپنے ہر عمل سے آپ کے خوبصورت اُسوہ حسنہ کا اظہار کر کے اور اسلام کی تعلیم اور آپ کے اسوہ حسنہ کی عملی تصویر بن کر دنیا کو دکھائے۔ ہاں ساتھ ہی یہ بھی جیسا کہ مَیں نے کہا کہ درود وسلام کی طرف بھی پہلے سے بڑھ کر توجہ دے۔مرد،عورت، جوان، بوڑھا، بچہ اپنے ماحول کو، اپنی فضاؤں کو درود وسلام سے بھر دے۔اپنے عمل کو اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ بنا دے۔پس یہ خوبصورت ردّعمل ہے جو ہم نے دکھانا ہے۔

باقی ان ظالموں کے انجام کے بارے میں خدا تعالیٰ نے دوسری آیت میں بتا دیا ہے کہ رسول کو اذیت پہنچانے والے یا اس زمانے میں حقیقی مومنوں کا دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالے سے تکلیف پہنچا کر چھلنی کرنے والوں سے خدا تعالیٰ خود نپٹ لے گا۔ان لوگوں پر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس لعنت کی وجہ سے وہ اور زیادہ گندگی میں ڈوبتے چلے جائیں گے۔اور مرنے کے بعد ایسے لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ نے رُسوا کُن عذاب مقدر کیا ہوا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس یہ لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کی صورت میں اور مرنے کے بعد رُسوا کُن عذاب کی صورت میں اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

جو دوسرے مسلمان ہیں، ان مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ ردّعمل دکھانا چاہئے کہ درود شریف سے اپنے ملکوں، اپنے علاقوں، اپنے ماحول کی فضاؤں کو بھر دیں۔یہ ردّعمل ہے۔

یہ ردّعمل تو بے فائدہ ہے کہ اپنے ہی ملکوں میں اپنی ہی جائیدادوں کو آگ لگائی جائے یا اپنے ہی ملک کے شہریوں کو مارا جائے یا جلوس نکل رہے ہیں تو پولیس کو مجبوراً اپنے ہی شہریوں پر فائرنگ کرنی پڑے اور اپنے لوگ ہی مر رہے ہوں۔

اخبارات اور میڈیا کے ذریعے سے جو خبریں باہر آ رہی ہیں، اُن سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر شریف الطبع مغربی لوگوں نے بھی اس حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور کراہت کا اظہار کیا ہے۔وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں لیکن جن کی فطرت میں شرافت ہے انہوں نے امریکہ میں بھی اور یہاں بھی اس کو پسند نہیں کیا۔لیکن جو لیڈر شپ ہے وہ ایک طرف تو یہ کہتی ہے کہ یہ غلط ہے اور دوسری طرف آزادی اظہار و خیال کو آڑ بنا کر اس کی تائید بھی کرتی ہے۔یہ دوعملی نہیں چل سکتی۔آزادی کے متعلق قانون کوئی آسمانی صحیفہ نہیں ہے۔مَیں نے وہاں امریکہ میں سیاستدانوں کو تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ دنیا داروں کے بنائے ہوئے قانون میں سقم ہو سکتا ہے، غلطیاں ہو سکتی ہیں۔قانون بناتے ہوئے بعض پہلو نظروں سے اوجھل ہو سکتے ہیں کیونکہ انسان غیب کا علم نہیں رکھتا۔لیکن اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔اُس کے بنائے ہوئے قانون جو ہیں اُن میں کوئی سقم نہیں ہوتا۔پس اپنے قانون کو ایسا مکمل نہ سمجھیں کہ اس میں کوئی ردّوبدل نہیں ہو سکتا، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔آزادیٔ اظہار کا قانون تو ہے لیکن نہ کسی ملک کے قانون میں، نہ یو این او (UNO) کے چارٹر میں یہ قانون ہے کہ کسی شخص کو یہ آزادی نہیں ہو گی کہ دوسرے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرو۔یہ کہیں نہیں لکھا کہ دوسرے مذہب کے بزرگوں کا استہزاء کرنے کی اجازت نہیں ہو گی کہ اس سے دنیا کا امن برباد ہوتا ہے۔اس سے نفرتوں کے لاوے ابلتے ہیں۔اس سے قوموں اور مذہبوں کے درمیان خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے۔پس اگر قانون آزادی بنایا ہے تو ایک شخص کی آزادی کا قانون تو بیشک بنائیں لیکن دوسرے شخص کے جذبات سے کھیلنے کا قانون نہ بنائیں۔یو این او (UNO) بھی اس لئے ناکام ہو رہی ہے کہ یہ ناکام قانون بنا کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑا کام کر لیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا قانون دیکھیں۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوسروں کے بتوں کو بھی برا نہ کہو کہ اس سے معاشرے کا امن برباد ہوتا ہے۔تم بتوں کو برا کہو گے تو وہ نہ جانتے ہوئے تمہارے سب طاقتوں والے خدا کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کریں گے جس سے تمہارے دلوں میں رنج پیدا ہو گا۔دلوں کی کدورتیں بڑھیں گی۔لڑائیاں اور جھگڑے ہوں گے۔ملک میں فساد برپا ہو گا۔پس یہ خوبصورت تعلیم ہے جو اسلام کا خدا دیتا ہے، اس دنیا کا خدا دیتا ہے، اس کائنات کا خدا دیتا ہے۔ وہ خدا یہ تعلیم دیتا ہے جس نے کامل تعلیم کے ساتھ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی اصلاح کے لئے اور پیار و محبت قائم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کا لقب دے کر تمام مخلوق کے لئے رحمت بنا

کر بھیجا ہے۔

پس دنیا کے پڑھے لکھے لوگ اور اربابِ حکومت اور سیاستدان سوچیں کہ کیا ان چند بیہودہ لوگوں کو سختی سے نہ دبا کر آپ لوگ بھی اس مفسدہ کا حصہ تو نہیں بن رہے۔ دنیا کے عوام الناس سوچیں کہ دوسروں کے مذہبی جذبات سے کھیل کر اور دنیا کے ان چند کیڑوں اور غلاظت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی ہاں میں ہاں ملا کر آپ بھی دنیا کے امن کی بربادی میں حصہ دار تو نہیں بن رہے؟

ہم احمدی مسلمان دنیا کی خدمت کے لئے کوئی بھی دقیقہ نہیں چھوڑتے۔ امریکہ میں خون کی ضرورت پڑی۔ گزشتہ سال ہم احمدیوں نے بارہ ہزار بوتلیں جمع کر کے دیں۔ اس سال پھر وہ جمع کر رہے ہیں۔ آجکل یہ ڈرائیو (Drive) چل رہی تھی۔ اُن کو میں نے کہا کہ ہم احمدی مسلمان تو زندگی دینے کے لئے اپنا خون دے رہے ہیں اور تم لوگ اپنی ان حرکتوں سے اور اُن حرکت کرنے والوں کی ہاں میں ہاں ملا کر ہمارے دل خون کر رہے ہو۔ پس ایک احمدی مسلمان کا اور حقیقی مسلمان کا یہ عمل ہے اور یہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ ہم انصاف قائم کرنے والے ہیں اُن کے ایک طبقہ کا یہ عمل ہے۔

مسلمانوں کو تو الزام دیا جاتا ہے کہ وہ غلط کر رہے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ بعض ردّعمل غلط ہیں۔ توڑ پھوڑ کرنا، جلاؤ گھیراؤ کرنا، معصوم لوگوں کو قتل کرنا، سفارتکاروں کی حفاظت نہ کرنا، اُن کو قتل کرنا یا مارنا یہ سب غلط ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے معصوم نبیوں کا استہزاء اور دریدہ دہنی میں جو بڑھنا ہے، یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اب دیکھا دیکھی گزشتہ دنوں فرانس کے رسالہ کو بھی دوبارہ اُبال آیا ہے۔ اُس نے بھی پھر بیہودہ کارٹون شائع کئے ہیں جو پہلے سے بھی بڑھ کر بیہودہ ہیں۔ یہ دنیا دار دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ یہ دنیا ہی اُن کی تباہی کا سامان ہے۔

یہاں مَیں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ دنیا کے ایک بہت بڑے خطّہ پر مسلمان حکومتیں قائم ہیں۔ دنیا کا بہت سا علاقہ مسلمان کے زیرِ نگیں ہے۔ بہت سے مسلمان ممالک کو خدا تعالیٰ نے قدرتی وسائل بھی عطا فرمائے ہیں۔ مسلمان ممالک یو این او (UNO) کا حصہ بھی ہیں۔ قرآنِ کریم جو مکمل ضابطہ حیات ہے اس کے ماننے والے اور اس کو پڑھنے والے بھی ہیں تو پھر کیوں ہر سطح پر اس خوبصورت تعلیم کو دنیا پر ظاہر کرنے کی مسلمان حکومتوں نے کوشش نہیں کی۔ کیوں نہیں یہ کرتے؟ قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق کیوں دنیا کے سامنے یہ پیش نہیں کرتے کہ مذہبی جذبات سے کھیلنا اور انبیاء اللہ کی بے حرمتی کرنا یا اُس کی کوشش کرنا یہ بھی جرم ہے اور بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔ اور دنیا کے امن کے لئے ضروری ہے کہ اس کو بھی یو این او کے امن چارٹر کا حصہ بنایا جائے کہ کوئی ممبر ملک اپنے کسی شہری کو اجازت نہیں دے گا کہ دوسروں کے مذہبی جذبات سے کھیلا جائے۔ آزادیٔ خیال کے نام پر دنیا کا امن برباد کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ لیکن افسوس کہ اتنے عرصہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، کبھی مسلمان ملکوں کی مشترکہ ٹھوس کوشش نہیں ہوئی کہ تمام انبیاء، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر نبی کی عزت و ناموس کے لئے دنیا کو آگاہ کریں اور بین الاقوامی سطح پر اس کو تسلیم کروائیں۔ گو یو این او (UNO) کے باقی فیصلوں کی طرح اس پر بھی عمل نہیں ہوگا، پہلے کونسا امن چارٹر پر عمل ہو رہا ہے لیکن کم از کم ایک چیز ریکارڈ میں تو آجائے گی۔ او آئی سی (OIC) آرگنائزیشن آف اسلامک کنٹریز جو ہے، یہ قائم تو ہے لیکن ان کے ذریعہ سے کبھی کوئی ٹھوس کوشش نہیں ہوئی جس سے دنیا میں مسلمانوں کا وقار قائم ہو۔ مسلمان ملکوں کے سیاستدان اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر نہیں خیال تو دین کی عظمت کا خیال نہیں۔ اگر ہمارے لیڈروں کی طرف سے ٹھوس کوششیں ہوتیں تو عوام الناس کا یہ غلط ردّعمل بھی ظاہر نہ ہوتا جو آج مثلاً پاکستان میں ہو رہا ہے یا دوسرے ملکوں میں ہوا ہے۔ اُن کو پتہ ہوتا کہ ہمارے لیڈر اس کام کے لئے مقرر ہیں اور وہ اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس قائم کرنے کے لئے اور تمام انبیاء کی عزت و ناموس قائم کرنے کے لئے دنیا کے فورم پر اس طرح اُٹھیں گے کہ اس دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ جو کہہ رہے ہیں سچ اور حق ہے۔

پھر مغربی ممالک میں اور دنیا کے ہر خطّے میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہے جو رہ رہی ہے۔ مذہب کے لحاظ سے اور تعداد کے لحاظ سے دنیا میں مسلمان دوسری بڑی طاقت ہیں۔ اگر یہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلنے والے ہوں تو ہر لحاظ سے سب سے بڑی طاقت بن سکتے ہیں اور اس صورت میں کبھی اسلام دشمن طاقتوں کو جرأت ہی نہیں ہوگی کہ ایسی دل آزار حرکتیں کر سکیں یا اس کا خیال بھی لائیں۔

بہر حال علاوہ مسلمان ممالک کے دنیا کے ہر ملک میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ یورپ میں ملینز (Millions) کی تعداد میں تو صرف ترک ہی آباد ہیں۔ صرف پورے یورپ میں نہیں بلکہ یورپ کے ہر ملک میں ملینز کی تعداد میں آباد ہیں۔ اسی طرح دوسری مسلمان قومیں یہاں آباد ہیں۔ ایشیا سے مسلمان یہاں آئے ہوئے ہیں۔ یوکے میں بھی آباد ہیں۔ امریکہ میں بھی آباد ہیں۔ کینیڈا میں آباد ہیں۔ یورپ کے ہر خطے میں آباد ہیں۔ اگر یہ سب فیصلہ کر لیں کہ اپنے ووٹ اُن سیاستدانوں کو دینے ہیں جو مذہبی رواداری کا اظہار کریں۔ اور ان کا اظہار نہ صرف زبانی ہو بلکہ اُس کا عملی اظہار بھی ہو رہا ہو اور وہ ایسے بیہودہ گوؤں کی، یا بیہودہ لغویات بکنے والوں یا فلمیں بنانے والوں کی مذمت کریں گے تو ان دنیاوی حکومتوں میں ہی ایک طبقہ کھل کر

اس بیہودگی کے خلاف اظہارِ خیال کرنے والا مل جائے گا۔

پس مسلمان اگر اپنی اہمیت کو سمجھیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ ملکوں کے اندر مذہبی جذبات کے احترام کے قانون بنوا سکتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ اس طرف توجہ نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ جو توجہ دلاتی ہے اُس کی مخالفت میں کمربستہ ہیں اور دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمان لیڈروں کو، سیاستدانوں کو اور علماء کو عقل دے کہ اپنی طاقت کو مضبوط کریں۔ اپنی اہمیت کو پہچانیں۔ اپنی تعلیم کی طرف توجہ دیں۔

یہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیہودہ اعتراض کرتے ہیں، الزامات لگاتے ہیں اور جنہوں نے یہ فلم بنائی ہے یا اس میں کام کیا ہے ان کے اخلاقی معیار کا اندازہ تو میڈیا میں ان کے بارے میں جو معلومات ہیں اُن سے ہی ہو سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ کردار ایک قبطی عیسائی کا ہے جو امریکہ میں رہتا ہے، نکولا بسیلے (Nakoula Basseley Nakoula) یا اس طرح کا اس کا کوئی نام ہے یا سام بسیلے (Sam Bacile) کہلاتا ہے۔ بہرحال اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی criminal background ہے۔ مجرم ہے۔ یہ فراڈ کی وجہ سے 2010ء میں جیل میں بھی رہ چکا ہے۔ دوسرا آدمی جس نے فلم ڈائریکٹ کی ہے، یہ پورنوگرافک موویز کا ڈائریکٹر ہے۔ اس میں جو اَور ایکٹر شامل ہیں وہ سب پورنوگرافک موویز کے ایکٹر ہیں۔ تو یہ ان کے اخلاق کے معیار ہیں۔ اور پورنوگرافی کی جو حدود ہیں وہ تو آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ لوگ کس گند میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اعتراض اُس ہستی پر کرنے چلے ہیں جس کے اعلیٰ اخلاق اور پاکیزگی کی خدا تعالیٰ نے گواہی دی۔

پس یہ غلاظت کر کے انہوں نے یقیناً خدا تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دی ہے اور دیتے چلے جا رہے ہیں۔ اسی طرح اس فلم کے سپانسر کرنے والے بھی خدا تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ ان میں ایک وہ عیسائی پادری بھی شامل ہے جو مختلف وقتوں میں امریکہ میں اپنی سستی شہرت کیلئے قرآن وغیرہ جلانے کی بھی کوشش کرتا رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً۔

میڈیا میں بعض نے مذمّت کرنے کی بھی کوشش کی ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کے ردّعمل کی بھی مذمت کی ہے۔ ٹھیک ہے غلط ردّعمل کی مذمّت ہونی چاہئے لیکن یہ بھی دیکھیں کہ پہل کرنے والا کون ہے۔

بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کی اکائی اور لیڈرشپ نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ دین سے تو باوجود عشقِ رسول کے دعویٰ کے یہ لوگ دُور ہٹے ہوئے ہیں۔ دعویٰ تو بیشک ہے لیکن دین کا کوئی علم نہیں ہے۔ دنیاوی لحاظ سے بھی کمزور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کسی مسلمان ملک نے کسی ملک کو بھی پُرزور احتجاج نہیں کیا۔ اگر کیا ہے تو اتنا کمزور کہ میڈیا نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور اگر مسلمانوں کے احتجاج پر کوئی خبر لگائی بھی ہے تو یہ کہ ایک اعشاریہ آٹھ بلین مسلمان بچوں کی طرح ردّعمل دکھا رہے ہیں۔ جب کوئی سنبھالنے والا نہ ہو تو پھر اِدھر اُدھر پھرنے والے ہی ہوتے ہیں۔ پھر ردّعمل بچوں جیسے ہی ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ایک طنز بھی کر دیا لیکن حقیقت بھی واضح کر دی۔ اب بھی خدا کرے کہ مسلمانوں کو شرم آ جائے۔

یہ لوگ جن کے دین کی آنکھ تو اندھی ہے، جن کو انبیاء کے مقام کا پتہ ہی نہیں ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو بھی گرا کر خاموش رہتے ہیں، اُن کو تو مسلمانوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جذبات کا اظہار بچوں کی طرح کا ردّعمل نظر آئے گا۔ لیکن بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ 2006ء میں بھی میں نے توجہ دلائی تھی کہ اس طرف توجہ کریں اور ایک ایسا ٹھوس لائحہ عمل بنائیں کہ آئندہ ایسی بیہودگی کی کسی کو جرأت نہ ہو۔ کاش کہ مسلمان ملک یہ سن لیں اور جو اُن تک پہنچ سکتا ہے تو ہر احمدی کو پہنچانے کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔ چار دن کا احتجاج کر کے بیٹھ جانے سے تو یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

پھر یہ تجویز بھی ایک جگہ سے آئی تھی، لوگ بھی مختلف تجویزیں دیتے رہتے ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمان وکلاء جو ہیں یہ اکٹھے ہو کر پٹیشن (Petition) کریں۔ کاش کہ مسلمان وکلاء جو بین الاقوامی مقام رکھتے ہیں اس بارے میں سوچیں، اس کے امکانات پر یا ممکنات پر غور کریں کہ ہو بھی سکتا ہے کہ نہیں یا کوئی اَور راستہ نکالیں۔ کب تک ایسی بیہودگی کو ہوتا دیکھتے رہیں گے اور اپنے ملکوں میں احتجاج اور توڑ پھوڑ کر کے بیٹھ جائیں گے۔ اس کا اس مغربی دنیا پر تو کوئی اثر نہیں ہوگا یا اُن بنانے والوں پر تو کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اگر ان ملکوں میں معصوموں پر حملہ کریں گے یا تھریٹ (Threat) دیں گے یا مارنے کی کوشش کریں گے یا ایمبیسیز پر حملہ کریں گے تو یہ تو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اس صورت میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر خود اعتراض لگوانے کے مواقع پیدا کر دیں گے۔

پس شدت پسندی اس کا جواب نہیں ہے۔ اس کا جواب وہی ہے جو مَیں بتا آیا ہوں کہ اپنے اعمال کی اصلاح اور اُس نبی پر درُود وسلام جو انسانیت کا نجات دہندہ ہے۔ اور دنیاوی کوششوں کے لئے مسلمان ممالک کا ایک ہونا۔ مغربی ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کو اپنے ووٹ کی طاقت منوانا۔ بہرحال افرادِ جماعت جہاں جہاں بھی ہیں، اس نہج پر کام کریں اور اپنے غیر احمدی دوستوں کو بھی اس طریق پر چلانے کی کوشش

کریں کہ اپنی طاقت، ووٹ کی طاقت جو ان ملکوں میں ہے وہ منواؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کو بھی دنیا کے سامنے خوبصورت رنگ میں پیش کریں۔

آج یہ لوگ آزادیٔ اظہار کا شور مچاتے ہیں۔ شور مچاتے ہیں کہ اسلام میں تو آزادیٔ رائے اور بولنے کا اختیار ہی نہیں ہے اور مثالیں آجکل کی مسلمان دنیا کی دیتے ہیں کہ مسلمان ممالک میں وہاں کے لوگوں کو، شہریوں کو آزادی نہیں ملتی۔ اگر نہیں ملتی تو اُن ملکوں کی بدقسمتی ہے کہ اسلامی تعلیم پر عمل نہیں کر رہے۔ اسلامی تعلیم کا تو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمیں تو تاریخ میں لوگوں کے بے دھڑک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہونے بلکہ ادب و احترام کو پامال کرنے اور اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر اور حوصلے اور برداشت کے ایسے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ گو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جُود وسخا کے واقعات میں بیان کیا جاتا ہے لیکن یہی واقعات جو ہیں ان میں بیباکی کی حد کا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلہ کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

حضرت جبیرؓ بن مطعم کی یہ روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک بار وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ آپ حنین سے آ رہے تھے کہ بدوی لوگ آپ سے لپٹ گئے۔ وہ آپ سے مانگتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو ببول کے ایک درخت کی طرف ہٹنے کے لئے مجبور کر دیا جس کے کانٹوں میں آپ کی چادر اٹک گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور آپ نے فرمایا میری چادر مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس ان جنگلی درختوں کی تعداد کے برابر اونٹ ہوتے تو مَیں اُنہیں تم میں بانٹ دیتا اور پھر تم مجھے بخیل نہ پاتے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

(صحیح البخاری کتاب فرض الخمس باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبھم و غیرھم ...... حدیث نمبر3148)

پھر ایک روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھا اور آپ نے ایک موٹے کنارے والی چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔ ایک بدّو نے اس چادر کو اتنے زور سے کھینچا کہ اس کے کناروں کے نشان آپ کی گردن پر پڑ گئے۔ پھر اُس نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے اس مال میں سے جو اس نے آپ کو عنایت فرمایا ہے، میرے ان دو اونٹوں پر لاد دیں کیونکہ آپ مجھے نہ تو اپنے مال میں سے اور نہ ہی اپنے والد کے مال میں سے دیں گے۔ پہلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ پھر فرمایا۔ اَلْـمَـالُ مَـالُ الـلّٰـهِ وَاَنَا عَبْدُهٗ کہ مال تو اللہ ہی کا ہے اور میں اُس کا بندہ ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ مجھے جو تکلیف پہنچائی ہے اس کا بدلہ تم سے لیا جائے گا۔ اُس بدو نے کہا، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم سے بدلہ کیوں نہیں لیا جائے گا؟ اُس بدو نے کہا اس لئے کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دی جائیں۔

(الشفاء لقاضی عیاض جزء اول صفحه 74 الباب الثانی فی تکمیل اللّٰہ تعالیٰ ......الفصل و اما الحلم...... دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء)

تو یہ ہے وہ صبر و برداشت کا مقام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور جو اپنوں سے نہیں دشمنوں سے بھی تھا۔ یہ ہیں وہ اعلیٰ اخلاق ان میں جود و سخا بھی ہے اور صبر و برداشت بھی اور وسعتِ حوصلہ کا اظہار بھی ہے۔ یہ اعتراض کرنے والے جاہل بغیر علم کے اُٹھتے ہیں اور اُس رحمۃ للعالمین پر اعتراض کر دیتے ہیں کہ انہوں نے یہ سختی کی تھی اور فلاں تھا اور فلاں تھا۔

پھر قرآن کریم پر اعتراض ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ اس فلم میں لگایا گیا ہے۔ مَیں نے دیکھی تو نہیں، لیکن مَیں نے یہ لوگوں سے سنا ہے کہ یہ قرآنِ کریم بھی حضرت خدیجہ کے جو چچازاد بھائی تھے، ورقہ بن نوفل، جن کے پاس حضرت خدیجہ آپؐ کو پہلی وحی کے بعد لے کر گئی تھیں انہوں نے لکھ کر دیا تھا۔ کفار تو آپ کی زندگی میں بھی یہ اعتراض کرتے رہے کہ یہ قرآن جو تم قسطوں میں اتار رہے ہو اگر یہ اللہ کا کلام ہے تو یکدم کیوں نہیں اُترا؟ لیکن یہ بیچارے بالکل ہی بے علم ہیں بلکہ تاریخ سے بھی نابلد۔ بہرحال جو بنانے والے ہیں وہ تو ایسے ہی ہیں لیکن دو پادری جو اُن میں شامل ہیں جو اپنے آپ کو علمی سمجھتے ہیں وہ بھی علمی لحاظ سے بالکل جاہل ہیں۔ ورقہ بن نوفل نے تو یہ کہا تھا کہ کاش میں اُس وقت زندہ ہوتا جب تجھے تیری قوم وطن سے نکالے گی اور کچھ عرصے بعد اُن کی وفات بھی ہوگئی۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب 3 حدیث نمبر 3)

پھر یہ جو پادری ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا تاریخ اور حقائق سے بالکل ہی نابلد ہیں۔ جو مستشرقین ہیں وہ قرآن کے بارے میں اس بحث میں ہمیشہ پڑے رہے کہ یہ سورۃ کہاں اُتری اور وہ سورۃ کہاں اُتری۔ مدینہ میں نازل ہوئی یا مکہ میں؟ اس بات پر بھی بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اُس نے لکھ کر دے دیا تھا۔ اور قرآنِ کریم کا تو اپنا چیلنج ہے کہ اگر سمجھتے ہو کہ لکھ کر دے دیا تو پھر اس جیسی ایک سورۃ ہی لا کر دکھاؤ۔

پھر جذبات کے احترام کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کا کوئی ثانی نہیں۔ باوجود اس علم کے کہ آپ سب نبیوں سے افضل ہیں، یہودی کے جذبات کے احترام کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

(صحیح البخاری کتاب فی الخصومات باب مایذکر فی الاشخاص و الخصومة......حدیث نمبر 2411)

غرباء کے جذبات کا خیال ہے اور اُن کے مقام کی اس طرح آپ نے عزت فرمائی کہ ایک دفعہ آپ کے ایک صحابی جو مالدار تھے وہ دوسرے لوگوں پر اپنی فضیلت ظاہر کر رہے تھے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر فرمایا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہاری یہ قوت اور طاقت اور تمہارا یہ مال تمہیں اپنے زورِ بازو سے ملے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ تمہاری قومی طاقت اور مال کی طاقت سب غرباء ہی کے ذریعہ سے آتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد و السیر باب من استعان بالضعفاء و الصالحین فی الحرب۔ حدیث2896)

آزادی کے یہ دعویدار، آج غرباء کے حقوق قائم کرتے ہیں۔ اُن کے حقوق کے تحفظ کیلئے کوشش کرتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ کہہ کر یہ حقوق قائم فرما دیئے کہ مزدور کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو۔

(سنن ابن ماجه کتاب الرهون باب اجر الأجراء حدیث نمبر2443)

پس یہ اُس محسنِ انسانیت کا کہاں کہاں مقابلہ کریں گے۔ بیشمار واقعات ہیں۔ ہر پہلو خُلق کا آپ لے لیں، اس کے اعلیٰ نمونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نظر آئیں گے۔

پھر اور نہیں تو یہی الزام لگا دیا کہ نعوذ باللہ آپ کو عورتیں بڑی پسند تھیں۔ شادیوں پر اعتراض کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ردّ بھی فرمایا۔ اسے پتہ تھا کہ ایسے واقعات ہونے ہیں، ایسے سوال اُٹھنے ہیں تو وہ ایسے حالات پیدا کر دیتا تھا کہ اُن باتوں کا ردّ بھی سامنے آ گیا۔

اسماء بنت نعمان بن ابی جَون کے بارے میں آتا ہے کہ عرب کی خوبصورت عورتوں میں سے تھیں۔ وہ جب مدینہ آئی ہیں تو عورتوں نے انہیں وہاں جا کر دیکھا تو سب نے تعریف کی کہ ایسی خوبصورت عورت ہم نے زندگی میں نہیں دیکھی۔ اُس کے باپ کی خواہش پر آپ نے اُس سے پانچ صد درہم حق مہر پر نکاح کر لیا۔ جب آپ اُس کے پاس گئے تو اُس نے کہا کہ مَیں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم نے ایک بہت عظیم پناہ گاہ کی پناہ طلب کی ہے اور باہر آ گئے اور اپنے ایک صحابی ابواُسید کو فرمایا کہ اس کو اس کے گھر والوں کے پاس چھوڑ آؤ۔

اور پھر یہ بھی تاریخ میں ہے کہ اس شادی پر اُس کے گھر والے بڑے خوش تھے کہ ہماری بیٹی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئی لیکن واپس آنے پر وہ سخت ناراض ہوئے اور اُسے بہت برا بھلا کہا۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثامن صفحه319-318 ذکر من تزوج رسول الله ﷺ....../اسماء بنت النعمان۔ داراحیاء التراث العربی بیروت 1996)

تو یہ وہ عظیم ہستی ہے جس پر گھناؤنے الزام عورت کے حوالے سے لگائے جاتے ہیں۔ جس کا بیویاں کرنا بھی اس لئے تھا کہ خدا تعالیٰ کا حکم تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو لکھا ہے اگر بیویاں نہ ہوتیں، اولاد نہ ہوتی اور جو اولاد کی وجہ سے ابتلا آئے اور جن کا جس طرح اظہار کیا اور پھر جس طرح بیویوں سے حسنِ سلوک ہے، خُلق ہے، یہ کس طرح قائم ہوا، اس کے نمونے کس طرح قائم ہو کے ہمیں پتہ چلتے۔ ہر عمل آپ کا خدا کی رضا کے لئے ہوتا تھا۔

(ماخوذ از چشمه معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحه نمبر300)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں الزام ہے کہ وہ بہت لاڈلی تھیں اور پھر عمر کے حساب سے بھی بڑی غلط باتیں کی جاتی ہیں۔ لیکن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ یہ فرماتے ہیں کہ بعض راتوں میں مَیں ساری رات اپنے خدا کی عبادت کرنا چاہتا ہوں جو مجھے سب سے زیادہ مجھے پیارا ہے۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور للامام السیوطی سورة الدخان زیر آیت نمبر4 جلد7 صفحه350 داراحیاء التراث العربی بیروت 2001ء)

پس جن کے دماغوں میں غلاظتیں بھری ہوئی ہوں انہوں نے یہ الزام لگانے ہیں اور لگاتے رہے ہیں، آئندہ بھی شاید وہ ایسی حرکتیں کرتے رہیں، جیسے کہ میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے جہنم کو بھرتا رہے گا۔ پس ان لوگوں کو اور ان کی حمایت کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے پیاروں کے لئے بڑی غیرت رکھتا ہے۔

(ماخوذ از تریاق القلوب روحانی خزائن جلد15 صفحه نمبر378)

اس زمانے میں اُس نے اپنے مسیح و مہدی کو بھیج کر دنیا کو اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے۔ لیکن اگر وہ استہزاء اور ظلم سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔ دنیا کے ہر خطّے پر آجکل قدرتی آفات آ رہی ہیں۔ ہر طرف تباہی ہے۔ امریکہ میں بھی طوفان آ رہے ہیں اور پہلے سے بڑھ کر آ رہے ہیں۔ معاشی بدحالی بڑھ رہی ہے۔ گلوبل وارمنگ کی وجہ سے آبادیوں کو پانی میں ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔

ان خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔ پس ان حد سے بڑھے ہوؤں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پھیرنے کی ضرورت ہے۔ ان سب باتوں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پھیرنے والا ہونا چاہئے نہ یہ کہ اس قسم کی بیہودہ گوئیوں کی طرف وہ توجہ دیں۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے الٹ ہو رہا ہے۔ حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ زمانے کا امام تنبیہ کر چکا ہے، کھل کر بتا چکا ہے کہ دنیا نے اگر اُس کی آواز پر کان نہ دھرے تو ان کا ہر قدم دنیا کو تباہی کی طرف لے جانے والا بنائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام جو بار بار دہرانے والا پیغام ہے، اکثر پیش ہوتا ہے، آج پھر مَیں پیش کر دیتا ہوں۔ فرمایا کہ:

''یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے۔ اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے۔ اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خُون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اُس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اَور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہانتک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں اُن کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اَور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی، کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمّت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر مَیں نہ آیا ہوتا تو اِن بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدّت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل:16)۔ اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے۔ اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے...... اے یورپ! تُو بھی امن میں نہیں۔ اور اے ایشیا! تُو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدّت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چُپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے......''۔ فرمایا ''نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ''۔ (حقیقة الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ نمبر269-268)

اللہ تعالیٰ دنیا کو بھی عقل دے۔ مکروہ اور ظالمانہ کاموں کے کرنے سے بچیں۔ اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

مَیں نماز جمعہ کے بعد دو جنازے غائب پڑھاؤں گا۔ اس وقت دو شہداء کے جنازے ہیں۔ پہلے شہید ہیں عزیزم نوید احمد صاحب ابن مکرم ثناء اللہ صاحب جن کو 14 ستمبر 2012ء کو کراچی میں شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نوید احمد صاحب ابن ثناء اللہ صاحب کے خاندان میں سب سے پہلے ان کے دادا عبدالکریم صاحب نے حضرت خلیفة المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ بیعت سے پہلے آپ کا تعلق امرتسر سے تھا مگر بیعت کے بعد آپ کا زیادہ وقت قادیان میں ہی گزرا۔ تقسیم کے بعد پاکستان میں آپ کا خاندان محمود آباد سندھ میں مقیم ہوا۔ پھر 1985ء میں کراچی شفٹ ہو گئے۔ عزیزم نوید احمد کے والد ثناء اللہ صاحب کو 1984ء میں اسیر راہِ مولیٰ رہنے کی بھی توفیق ملی۔ واقعہ شہادت اس طرح ہے کہ 14 ستمبر 2012ء کو جمعہ کے دن عزیزم نوید احمد ولد ثناء اللہ صاحب جن کی عمر بائیس سال تھی، اپنے گھر واقعہ حمیرا ٹاؤن حلقہ گلشن جامی کے سامنے اپنے دو غیر از جماعت پٹھان دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ دو نامعلوم افراد موٹر سائیکل پر آئے اور انہوں نے ان تینوں نوجوانوں پر کلاشنکوف اور ریپیٹر سے فائرنگ کر دی۔ کلاشنکوف سے نکلی دو گولیاں عزیزم نوید احمد کے پیٹ میں لگیں جبکہ دوسرے دونوں نوجوانوں کو بھی گولیاں لگیں جس سے یہ تینوں زخمی ہو گئے۔ انہیں فوری ہسپتال لے جایا گیا لیکن نوید احمد ہسپتال جاتے ہوئے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات پا گئے۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔ بڑے سادہ مزاج، سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ نرم مزاج تھے۔ نرم خو تھے۔ ہمدرد تھے۔ اطاعت گزار تھے۔ عاجزانہ عادات کے مالک تھے۔ پڑھائی کا شوق تھا لیکن غربت کی وجہ سے مڈل کے بعد پڑھائی نہیں کر سکے۔ اپنے والد کے ساتھ کام

کرتے تھے تو پھر اُس کام کے دوران ہی انہوں نے میٹرک کا امتحان بھی پرائیویٹ طور پر پاس کیا۔ اس رمضان میں بھی خود خدام الاحمدیہ کی ڈیوٹی میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ اکثر خود پیش کیا کرتے تھے اور بڑے احسن رنگ میں ڈیوٹیاں سرانجام دیتے تھے۔ جہاں یہ کام کرتے تھے، وہاں ساتھی افسران بھی آپ کے اخلاق اور ایمانداری سے بہت متاثر تھے۔ آپ کی نماز جنازہ پر بھی دفتر سے کئی افراد نے شرکت کی۔ نیز آپ کے ادارہ کے مالکان اور اُس کی فیملی کے ممبران آپ کے گھر تعزیت کی غرض سے آئے۔ اُن کے والدین دونوں زندہ ہیں اور دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں۔

دوسرا جنازہ مکرم محمد احمد صدیقی صاحب ابن مکرم ریاض احمد صاحب صدیقی شہید کا ہے جن کی اگلے دن ہی 15 ستمبر کو کراچی میں شہادت ہوئی۔ کراچی میں ٹارگٹ کلنگ جو ہے، شہادتیں جو ہیں، بہت زیادہ ہو رہی ہیں۔ اُن کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ کراچی کے احمدیوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آجکل سب سے زیادہ ٹارگٹ کر کے جو شہادتیں کی جارہی ہیں وہ کراچی میں ہیں اور بعض حکومتی اداروں کی طرف سے جو زیادتیاں کی جارہی ہیں وہ پنجاب میں ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر احمدی کو محفوظ رکھے۔

محمد احمد صدیقی صاحب شہید کے خاندان کا تعلق کراچی سے ہے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے بھائی عمران صدیقی صاحب کی بیعت سے ہوا جو 2001ء میں امریکہ میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے تھے۔ اس کے بعد عمران صدیقی صاحب کی تبلیغ سے آپ کے دیگر دو بھائیوں کی بھی بیعت ہوئی۔ عمیر صدیقی اور رضوان صدیقی۔ اس کے بعد بشمول والدین کے پورا خاندان بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوگیا۔ شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ 15 ستمبر 2012ء کو ہفتہ کی رات تقریباً بارہ بجے عزیزم محمد احمد صدیقی اپنے بہنوئی مکرم ملک شمس فخری صاحب کے ساتھ اپنے ڈیپارٹمنٹل سٹور ''السلام سپر سٹور'' واقع گلستان جوہر سے موٹر سائیکل پر نکلے۔ ابھی کچھ ہی آگے گئے تھے کہ اُن پر شدید فائرنگ کی گئی جس سے دو گولیاں عزیزم محمد احمد صدیقی صاحب کو لگیں جن میں سے ایک اُن کے دل پر جبکہ دوسری گولی اُن کے کولہے پر لگی اور آپ موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ جبکہ آپ کے بہنوئی مکرم شمس فخری صاحب کو اُن کے جسم کے پانچ مختلف حصوں پر پانچ گولیاں لگیں جن میں سے ایک اُن کے دائیں کندھے پر، ایک پیٹ میں اور باقی گولیاں ٹانگوں پر لگیں اور اس وقت آپ آغا خان ہسپتال میں داخل ہیں۔ ان کی صحت یابی کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

شہادت کے وقت شہید مرحوم کی عمر 23 سال تھی اور صرف ایک ہفتہ قبل اُن کا نکاح ہوا تھا۔ شہید مرحوم نے گزشتہ سال ہی ایم بی اے امتحان پاس کیا تھا۔ بہت شریف النفس، معصوم، اطاعت گزار اور خوش اخلاق طبیعت کے مالک تھے۔ کہتے ہیں کہ تیئس سال کا نوجوان نہ صرف خوبصورت شکل وصورت کا مالک تھا بلکہ خوب سیرت بھی تھا۔ ہر وقت چند دعائیں اپنے پاس لکھ کر رکھا کرتے تھے اور اُنہیں پڑھتے رہتے تھے۔ اُن کے بھائی نے کہا کہ ہم میں سے سب سے قابل تھا۔ 7 ستمبر 2012ء کو اس نے اپنے بعض دوستوں کو موبائل پر ایس ایم ایس کیا کہ کراچی کے حالات بہت خراب ہیں، اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرے لئے دعا کرنا۔

شہید مرحوم کی والدہ نے اس تکلیف دہ واقعہ کے وقت بتایا کہ تعزیت کے لئے آنے والی غیر احمدی رشتہ دار خواتین نے طنزیہ انداز میں کہا کہ آپ نے انجام دیکھ لیا۔ اس پر شہید مرحوم کی والدہ نے اُنہیں جواباً کہا کہ ہم نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مسیح کو مانا ہے، ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ میں جماعت کی خاطر اپنے نو (9) کے نو (9) بیٹوں کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اللہ کے فضل سے شہید کے بھائی بہن سب حوصلے میں ہیں۔ شہید مرحوم کے والد صاحب پہلے ہی وفات پا چکے ہیں۔ شہید مرحوم نے لواحقین میں بوڑھی والدہ محترمہ کے علاوہ آٹھ بھائی اور دو بہنیں سوگوار چھوڑی ہیں۔ آپ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ ان سب شہداء سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور پیچھے رہنے والوں کو صبر، ہمت اور حوصلہ دے اور پاکستان کے ہر احمدی کی حفاظت فرمائے۔

اہم اعلان

انشاءاللہ رسالہ النور کا آئندہ شمارہ

" حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے امریکہ میں ورودِ مسعود پر تاثرات و جذبات"

کے مرکزی عنوان کے تحت ترتیب دیا جائے گا۔ قارئین (ناصرات، لجنہ، اطفال، خدام، انصار) رسالہ النور سے درخواست ہے کہ اس عنوان پر مبنی معیاری منظوم کلام اور مضامین ادارہ رسالہ النور میں اشاعت کیلئے بھجوائیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء ادارہ رسالہ النور

قید و بند کی صعوبتیں
بر موقع حج بیت اللہ شریف

الحاج محمد شریف صاحب مرحوم، مولوی فاضل ربوہ

خاکسار کی پیدائش 5/اکتوبر 1922ء کو موضع مانگٹ اونچے تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی۔ خاکسار کے والد صاحب کا نام حاجی پیر محمد ہے۔ والد صاحب کا پیشہ اجناس کی تجارت رہا اور وہ اپنے گاؤں میں کافی عرصہ امام الصلوٰۃ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ میرے والد صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موصی تھے۔ اُنہوں نے 1989ء میں 100 برس سے زائد عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آسودۂ لحد ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، آمین۔

خاکسار کے تایا حضرت مولوی فضل الدین صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور یوپی اور حیدرآباد دکن میں بطور مبلغ کام کرتے رہے۔ اب وہ فوت ہو چکے ہیں اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

ہم پانچ بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ ہمارے خاندان کو دیہاتی ماحول میں یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہم سب بہن بھائی تعلیم یافتہ ہیں۔ اور ہمارے خاندان میں تین افراد کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہو چکی ہے یعنی خاکسار کے والد صاحب، والدہ مرحومہ اور خاکسار تینوں کو حج بیت اللہ کرنے کی توفیق ملی، الحمدللہ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

خاکسار نے 1942ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ تعلیم کے بعد خاکسار کی شادی قادیان میں محترم چودھری فضل محمد صاحب آف ہرسیاں کی بیٹی مسماۃ صادقہ بیگم سے ہوئی۔ خاکسار کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ سب سے بڑا بیٹا ظریف احمد (ریٹائرڈ لائبریرین گورنمنٹ ملازم، حال امریکہ)، دوسرا بیٹا لطیف احمد، تیسرا بیٹا نعیم احمد، چوتھا بیٹا وسیم احمد ظفر مربی سلسلہ اور پانچواں بیٹا کریم احمد شریف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیاں عطا فرمائیں، (بڑی بیٹی کی وفات ہو چکی ہے)۔ خدا کے فضل سے میری ساری اولاد شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہے اور جماعت کی خدمت میں مصروف ہے۔

ہمارے حج بیت اللہ اور قید و بند کی صعوبتوں کے حالات درج ذیل ہیں:

مکہ مکرمہ میں قیام

جنوری 1974ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ خاکسار کو اور خاکسار کی والدہ صاحبہ کو حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

نذیر احمد صاحب انصاف کمپنی والے بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ ہم بارہ احمدی احباب نے مکہ معظمہ میں اکٹھا کمرہ کرایہ پر لیا اور مکان کرایہ پر لینے کا انتظام نذیر احمد صاحب کے سپرد کیا۔ انہوں نے ہمارے ساتھ تین غیر از جماعت احباب کو بھی شامل کر لیا جو چنیوٹ کے رہنے والے تھے۔ ہمارا مکہ معظّمہ میں قیام پورے چار ماہ کا تھا۔ حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد باتوں کے دوران اِن کو ہمارے احمدی ہونے کا علم ہو گیا۔

سننے میں آیا ہے کہ مولوی منظور احمد چنیوٹی نے مکہ معظّمہ پہنچ کر تقریر کی کہ جو مرزائیوں کی نشاندہی نہیں کرے گا' اس کا حج قبول نہیں ہوگا۔ چنانچہ ہمارے کمرہ میں رہنے والے نے ہماری مخبری کردی۔ ایک دن ہمارے مکان پر تین آدمی آئے۔ غالب خیال یہی ہے کہ مولوی منظور احمد چنیوٹی نے ان کو جاسوسی کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے مجھے کمرہ سے باہر بلا کر کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہاں مرزائی رہتے ہیں۔ آپ ہمیں تسلی کرادیں۔ ورنہ معاملہ سعودی عرب کی حکومت تک پہنچ چکا ہے۔ آپ کو اور آپ کی مستورات کو بھی عدالت میں جانا پڑے گا۔ اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو یہ معاملہ رفع

دفع کروادیا جائے گا۔ میں نے ان کوکہا کہ لآاِلٰــہَ اِلَّا اللہُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللہ ہم مسلمان ہیں وہ کہنے لگے کہ آپ (حضرت) مرزا غلام احمد قادیانی کو کیا مانتے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مرزائی (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی مانتے ہیں میں نے ان کو کہا کہ یہ بحث مباحثہ کی جگہ نہیں ہے۔ ہم مسلمان ہیں اس سے زیادہ میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ وہ یہ کہہ کر چلے گئے کہ ہمارا مقصد حل نہیں ہوا۔

جب ہمارے احمدی احباب کو علم ہوا کہ ہمارے احمدی ہونے کا ان کو علم ہوگیا ہے تو ان میں سے پانچ آدمی مدینہ منورہ چلے گئے اور چار جدّہ روانہ ہوگئے اور باقی خاکسار اور خاکسار کی والدہ کمرہ میں ان غیر از جماعت احباب کے ساتھ رہ گئے۔ کیونکہ ہم مدینہ منورہ حج کرنے سے پہلے جا چکے تھے۔ ان دنوں مجھے انعام الٰہی چنیوٹی نے جو احمدی نہ تھا اور ہمارے کمرہ میں رہائش پذیر تھا کہا کہ آپ تسلی رکھیں آپ کا معاملہ رفع دفع ہو چکا ہے۔ سعودی عرب کی حکومت نے کہا ہے کہ ہمارے لئے سارے فرقے برابر ہیں۔ ہم کسی کو روک نہیں سکتے۔ اس سے قبل جدّہ سے ایک دوست ہمارے کمرہ میں تشریف لائے تھے ان سے میں نے ذکر کیا کہ ہمارے احمدی ہونے کا پتہ لگ چکا ہے۔ کہیں اس وجہ سے ہمیں کوئی گرفت تو نہیں ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ آپ پاسپورٹ پر یہاں آئے ہیں تو آپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ میں نے احتیاطاً والدہ صاحبہ کو کہہ دیا کہ اگر میں قید ہوگیا تو آپ گھبرانہ جائیں۔ چنانچہ وہ تینوں غیر از جماعت احباب جو ہمارے مکان پر آئے تھے وہ میرے تعاقب میں لگے رہے۔

حرمِ پاک میں تلاوت قرآن پاک

خاکسار مارچ کی 17,16 کی درمیانی رات کو مسجد حرام میں عشاء کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ ایک آدمی میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور مجھے کہنے لگا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا پیشہ کیا ہے میں نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہا۔ اتنے میں ایک جوشیلا آدمی میری طرف آیا اور اس نے آتے ہی مجھ سے قرآن مجید چھین لیا اور کہا کہ شریف آدمی آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں اور آپ کوئی توجہ نہیں کرتے۔ اور اس نے کہا کہ میں حرم کا نقیب ہوں۔ آپ مجھے بتائیں کہ (حضرت) مرزا غلام احمد قادیانی کو آپ مانتے ہیں یا نہیں میں نے کہا کہ میں اس بارہ میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ اور نہ ہی اس قسم کی بات کرنے کا یہ موقعہ ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور فریضہ ءِ حج ادا کرنے کیلئے آیا ہوں اس نے کہا کہ اگر تم نہیں بتاتے تو میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا چنانچہ پولیس کے ایک سپاہی کو بلا کر مجھے اس کے حوالے کر دیا گیا۔ پولیس کا سپاہی مجھے حرم کی پولیس کے دفتر لے گیا۔ وہاں منظور احمد چنیوٹی اور وہ تینوں غیر از جماعت احباب جو ہمارے مکان پر گئے تھے موجود تھے۔

پولیس افسر کے سامنے میرا بیان

مدیر الحرم (تھانیدار) کو گھر سے بلوایا گیا۔ منظور احمد چنیوٹی نے کہا کہ یہ قادیانی ہے۔ مدیر الحرم نے پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہے کہ یہ قادیانی ہے تو مولوی منظور چنیوٹی نے جواب دیا کہ ان کے کمرے میں جو آدمی رہتے ہیں انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ قادیانی ہے۔ مدیر الحرم نے میرا بیان لیا۔ میں نے کہا کہ میں احمدی ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو امام مہدی مانتا ہوں۔ آپ اسلام کی تجدید کیلئے تشریف لائے تھے۔ مدیر الحرم مولوی منظور احمد چنیوٹی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا سعودی عرب کی حکومت نے قادیانیوں کے آنے پر پابندی عائد کی ہوئی ہے پھر یہ لوگ یہاں کیسے آجاتے ہیں۔ تو مولوی نے جواب دیا کہ ان لوگوں کے نام بھی مسلمانوں والے ہیں اور کام بھی مسلمانوں کی طرح ہی کرتے ہیں۔ حکومت پاکستان ان کو پاسپورٹ دے دیتی ہے اور یہ یہاں آجاتے ہیں۔ بظاہر ان میں اور دوسرے مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں۔ حکومتِ پاکستان نے ان کو ابھی تک غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا۔ مدیر الحرم نے مجھ سے کہا کہ آپ اپنے بیان پر قائم ہیں۔ میں نے کہا بالکل قائم ہوں۔ چنانچہ مجھے ہتھکڑی لگا کر راتوں رات جیل بھجوا دیا گیا اور والدہ صاحبہ کو میرے گرفتار ہونے کا علم نہیں تھا۔ مجھے جیل میں پہنچ کر سخت پریشانی ہوئی کہ والدہ صاحبہ کا کیا حال ہو رہا ہوگا۔ جیل میں مجھ سے دوسرے قیدیوں نے دریافت کیا کہ آپ کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ میں حضرت امام مہدی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مریدوں میں سے ہوں اور یہ کہتے ہیں کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ یہ کیسے لوگ ہیں ہم کو بھی بلاوجہ تین ماہ کیلئے قید کیا گیا ہے۔ اور مجھے تسلی دی کہ آپ پاسپورٹ لے کر آئے ہوئے ہیں آپ کو یہ ضرور واپس پاکستان بھجوائیں گے۔

دوسرے روز مجھے جیل سے نکال کر حرم میں لے جایا گیا۔ وہاں میں نے انکو کہا کہ میری والدہ صاحبہ کو اطلاع دی جائے وہ سخت پریشان ہو رہی ہونگی۔ چنانچہ مجھے ہمارے مکان پر لایا گیا۔ سامان کی تلاشی لی گئی۔ اور ہمارے پاسپورٹ ضبط کر لئے گئے۔ والدہ صاحبہ کو بھی ہمارے ہمراہ لے لیا گیا اور حرم کی حوالات میں بند کر دیا گیا۔ جب مجھے پیشاب پاخانہ کی حاجت محسوس ہوتی تو میں ان سے رفع حاجت کیلئے کہتا وہ مجھے ہتھکڑی لگا کر بیت الخلاء اور جائے وضو پر لے جاتے تو ہمارے ہم وطنی لوگ مجھے معنی خیز نظروں سے

دیکھتے تو میں ان کو کہتا کہ میرا جرم صرف یہ ہے کہ میں احمدی ہوں۔ بعض لوگ تو اظہار ہمدردی کرتے اور بعض کہتے کہ تم اسی سلوک کے مستحق ہو۔

عدالت میں وحی کے متعلق سوالات

مدیر الحرم نے میرا دوبارہ بیان قلمبند کیا اور پوچھا کہ تم کمرہ میں کتنے آدمی رہتے تھے میں نے جواب دیا کہ پندرہ آدمی ہم ایک کمرہ میں رہتے تھے۔ اس نے پوچھا کہ تمام قادیانی تھے۔ میں نے جواب دیا کہ سوائے تین آدمیوں کے باقی سب احمدی تھے۔ اس نے کہا کہ پہلا بیان دیتے وقت تم نے یہ بات کیوں نہ بتائی۔ میں نے کہا جو آپ پوچھیں گے وہ صحیح اور سچ بتاؤں گا یہ نہیں کہ میں ہر بات آپ کو بتاؤں۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

مجھے اور والدہ صاحبہ کو عدالت میں قاضی صاحب کے سامنے پیش کیا گیا۔ سرکاری ترجمان ساتھ تھا مولوی منظور احمد چنیوٹی اور تینوں غیر احمدی بھی ساتھ تھے۔ مولوی منظور احمد چنیوٹی نے قاضی کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی پیش کی اور کہا کہ یہ مرزا صاحب پر وحی نازل ہوئی ہے قاضی نے پڑھنا شروع کیا۔

یا احمد بارک اللہ فیک۔ مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی۔ اس نے مجھے کہا کہ کیا تم ایمان رکھتے ہو کہ یہ وحی ہے۔ میں نے کہا کہ میرا ایمان ہے کہ یہ وحی ہے اس نے کہا کہ یہ وحی کیسے ہو سکتی ہے اس میں کچھ اپنے الفاظ شامل کئے گئے ہیں اور کچھ قرآنی آیات ہیں میں نے کہا کہ یہ اسی طرح کی وحی ہے جس طرح دوسرے انبیاء پر نازل ہوئی۔ اور قرآنی آیات دوبارہ نازل ہوئی ہیں۔

پھر قاضی مجھے کہنے لگا کہ وحی کن ذرائع سے نازل ہوتی ہے میں نے کہا کہ قرآن مجید میں وحی کے نزول کے تین ذرائع بیان ہوئے ہیں ایک تو براہ راست وحی آتی ہے۔ اور دوسرے **من وراء حجاب** اور تیسرے فرشتہ کے ذریعہ۔

امام مہدی کے ظہور کا وقت

پھر کہنے لگا کہ امام مہدی کے ظہور کا کون سا وقت ہے میں نے کہا حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت امام مہدی ایسے وقت میں ظہور فرمائیں گے کہ:

لَمْ يَبْقَ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَمْ يَبْقَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ

کہنے لگا **نعوذ باللہ ھذا حدیث الشیطان**۔ پھر کہنے لگا کہ آپ ہمارے نزدیک مرتد ہیں اور واجب القتل ہیں۔ آپ توبہ کر کے ہمارے نظریات قبول کر لیں ورنہ ہم آپ کو قتل کی سزا دیں گے۔ میں نے کہا کہ ”مرنا ایک دن ضرور ہے میں قتل ہونے سے نہیں ڈرتا۔ میں کسی حالت میں بھی احمدیت سے تائب نہیں ہو سکتا۔“

قرآن مجید لے لیا

عدالت سے مجھے اور والدہ صاحبہ کو حرم واپس لایا گیا۔ وہاں ہمیں ایک آدمی ملا جو رحم دل معلوم ہوتا تھا۔ اس کا نام محمد عالم عطر جی تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سعودی عرب کی حکومت نے احمدیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔ اور ہم اسی بات کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ مجھ سے مباحثہ کریں اگر آپ نے مجھے قائل کر لیا تو میں احمدی ہو جاؤں گا اور اگر میں نے آپ کو قائل کر لیا تو آپ کو احمدیت چھوڑنی ہوگی۔ میں نے کہا کہ مجھے منظور ہے۔ اس نے کہا کہ آپ استخارہ کریں۔ چنانچہ میں نے استخارہ کیا اور میرے دل نے گواہی دی کہ حیاتِ مسیح اور وفات کے مسئلہ پر بحث کی جائے۔ چنانچہ میں نے اپنے قرآن مجید پر ان آیات کے حوالے نوٹ کرنے شروع کر دیئے جن سے وفات مسیح پر استدلال کرنا تھا۔ مدیر الحرم کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے مجھے بلا کر قرآن مجید مجھ سے لے کر ضبط کر لیا۔

ہمارا دین اسلام ہے

دوسرے دن ہم پھر عدالت میں پیش ہوئے اس روز آٹھ دس کے قریب قاضی تھے میرا بیان پڑھ کر سنایا گیا اور کہا گیا یہ شخص حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی جاری ہے۔ حالانکہ وحی منقطع ہو چکی ہے میں نے کہا کہ میں قرآن مجید سے ثبوت دیتا ہوں کہ شہد کی مکھی کو وحی ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو وحی ہوئی تو کیا اللہ تعالیٰ کے مامور مہدی علیہ السلام کو وحی نہیں ہو سکتی تو ان میں سے جو قاضی القضاۃ تھا کہنے لگا۔ **ابلیس ملعون شیطان اُسکت** پھر مجھے کہا گیا کہ تم مرتد ہو اگر تم نے قادیانی دین سے توبہ نہ کی تو ہم تم

کو قتل کی سزا دیں گے۔ میں نے کہا قادیانی دین کوئی دین نہیں ہے ہمارا دین اسلام ہے۔

میرے جذبات

مجھے قتل کی دھمکی دی گئی تو اس وقت مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ قول یاد آ گیا۔ جو حضور نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ:

''اے عبداللطیف تجھ پر ہزاروں سلام اور رحمتیں ہوں تو نے میری زندگی میں ہی صدق کا وہ نمونہ دکھایا۔ میں نہیں جانتا کہ میرے مرنے کے بعد میرے ماننے والے کیا نمونہ دکھائیں گے۔''

اور جتنا عرصہ میں جیل میں رہا حضور کا یہ قول میرے ذہن میں رہا نیز میں نے کہا کہ اے خدا مجھے یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔ میں اگر دین کی راہ میں مارا جاؤں تو شہید اور اگر زندہ سلامت واپس چلا جاؤں تو غازی۔ اور میں نے قاضی کو یہ بھی کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے بعد ایسی نبوت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے بغیر کسی شریعت جدیدہ کے ہو اور احیاء اسلام کیلئے ہو۔ یہ بات میں نے اپنے بیان میں مزید لکھوائی کہ

اَلنُّبُوَّۃُ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اُمَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِدُوْنِ الشَّرِیْعَۃِ لِاِحْیَاءِ الْاِسْلَامِ۔

اور میں نے کہا کہ اس قسم کی نبوت کا ثبوت قرآن مجید کی اس آیت سے ملتا ہے

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا O

یہ آیت سُن کر قاضی کہنے لگا کہ مِنَ النَّبِیّٖنَ سے مراد گزشتہ نبی ہیں میں نے کہا کہ کیا صدیق بھی گزشتہ مراد ہیں۔ اور شہداء اور صالحین بھی گزشتہ مراد ہیں تو اس پر قاضی خاموش ہو گیا۔

پھر منظور احمد چنیوٹی کہنے لگا کہ اس آیت میں مع کا لفظ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے اسے کہا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ تو کیا نیکوں کے ساتھ تم بھی مرجاتے ہو۔

یَاعَیْنِ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ

دراصل مجھے ڈرا دھمکا کر احمدیت سے منحرف کرا کے اگلا قدم ان کا یہ تھا کہ وہ مجھ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کروائیں۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ مجھے اس شخص کو برا بھلا کہنے پر مجبور کرتے ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدہ لکھا ہے۔ پھر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی قصیدہ

یَـــاعَیْـــنَ فَیْـــضِ اللّٰہِ وَالْـعِـــرْفَـــانِ
یَسْـعٰـی اِلَیْـکَ الْـخَـلْـقُ کَـالظَّـمْـــاٰنِ

پڑھ کر سنایا۔ جب میں نصف کے قریب پہنچا تو مجھے چُپ کرا دیا گیا۔ پھر انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین یقین نہیں کرتا۔ میں نے کہا کہ ہم تو آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور میں نے ترجمان کے ذریعہ ان سے دریافت کیا کہ خاتم کا لفظ 'ت' کی زبر سے ہے یا زیر سے۔ یہ سن کر قاضی کہنے لگا کہ یہ قادیانی مبشر یعنی مبلغ معلوم ہوتا ہے اور یہاں جاسوسی کرنے آیا ہے۔ اس کو تنہائی کی جیل میں رکھا جائے یہ واجب القتل ہے۔

میری میّت وطن پہنچائی جائے

میں نے ان سے کہا کہ میری ایک درخواست ہے وہ یہ کہ اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو میری میت میرے وطن پہنچائی جائے کہنے لگے لافی ھذا الجھنم یعنی میت جہنم میں دفن کی جائے گی تمہارے وطن نہیں بھجوائی جا سکتی۔ جب عدالت کا اجلاس برخاست ہونے کے قریب ہوا تو محمد عالم عطر جی بھی عدالت میں آ نکلے اور مجھے کہنے لگے میں آپ سے مباحثہ کیلئے آؤں گا۔ لیکن قاضی نے اشارے سے انہیں منع کر دیا کہ مباحثہ نہ کرنا۔ چنانچہ انہوں نے مجھ سے مباحثہ نہ کیا۔ مجھے ان کی باتوں سے یقین ہو گیا تھا کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا چنانچہ میں والدہ صاحبہ کو مندرجہ ذیل وصیت نامہ لکھ کر دے گیا تھا۔

میرا وصیت نامہ

21-3-1974 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

میری پیاری رفیقہ حیات و میری پیاری بیٹی اور میرے تمام بیٹو ہمیشہ خوش رہو!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و بر کاتہٗ

میرے متعلق میرے کمرے کے ایک غیر احمدی جو ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ حکومت کو رپورٹ کردی کہ یہ احمدی ہے اور حکومت سعودی عرب نے مجھے رات عشاء کی نماز کے بعد قرآن مجید پڑھتے ہوئے پکڑلیا۔ قرآن مجید مجھ سے چھین لیا (میں قرآن مجید حرم میں مقام ابراہیم کے پاس بیٹھ کر پڑھ رہا تھا) مجھے حرم کی پولیس میں لے گئے۔ وہاں بیان لیا گیا۔ اور اس کے بعد جیل پہنچا دیا گیا۔ دوسرے دن والدہ صاحبہ بھی میرے ساتھ شامل ہوگئیں۔ ہمیں عدالت میں لے جایا گیا۔ بیان لیا گیا۔ اس کے بعد قاضی نے کہا کہ یا تو تم احمدیت سے توبہ کرکے مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمہاری سزا قتل ہے۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے بیان پر قائم ہوں۔ یہاں کا قانون بڑا سخت ہے۔ میرا خیال یہی ہے کہ مجھے قتل کردیا جائے گا۔ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ میری رفیقہ حیات آپ میری تمام خطاؤں کو معاف کردیں میری موت پر ماتم نہ کریں۔ یہ میری آپ کو وصیت ہے۔ میری بیٹی رانی کا نکاح کردینا میری تمام بیٹوں کو وصیت ہے کہ وہ تمام نمازیں باجماعت ادا کرنے کی کوشش کیا کریں اور وہ احمدیت کے بہادرانہ جانباز سپاہی بنیں اور احمدیت کی خاطر اپنی جان کی قربانی دینے سے ہرگز ہرگز گریز نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ تمام رشتہ داروں کو فرداً فرداً سلام پہنچادیں حضور کی خدمت میں بھی میرا اسلام پہنچادیں۔ صفیہ کے خاوند بشیر احمد کے نام میری وصیت یہ ہے کہ وہ میری بیٹی صفیہ سے حسنِ سلوک کرے۔ میرا صفیہ اور بشیر احمد کو سلام پہنچادیں۔

والسلام

محمد شریف

سُنّتِ یوسفی

مذکورہ بالا وصیت نامہ مجھے جیل میں داخل ہونے سے پہلے لکھنے کا موقعہ مل گیا۔ میرے ترجمان پر میری تمام باتوں کا اچھا اثر ہوا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے کہا کہ مجھے یعنی ترجمان کو آپ کے استقلال پر رشک آتا ہے۔ آپ نے دین کی خاطر قید ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام کی سنت تازہ کردی ہے۔ محمد احمد بلوچی جو اپنے آپ کو حرم کا نقیب ظاہر کرتا تھا اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بہت گستاخی کی تھی اور نعوذ باللہ گالیاں بھی دی تھیں۔ جس وقت میری ملاقات محمد عالم عطر جی سے ہوئی جس کا ذکر میں کسی دوسری جگہ کر چکا ہوں تو میں نے زار و قطار روتے ہوئے ان سے کہا کہ اس شخص نے میرے آقا کو گالیاں دی ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَاتَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

اس کا کیا حق تھا کہ میرے آقا کو گالیاں دیتا۔ کاش کہ میں گالیاں سننے سے پہلے ہی مرجاتا۔ اس بات کا مدیر الحرم پر بھی بہت اثر ہوا۔ دوسرے روز پھر اس نے سخت کلامی شروع کردی۔ میں نے اسے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچو اور توبہ کرو۔ پھر اس نے کہا میں معافی مانگتا ہوں لیکن اب تم بھی تو احمدیت سے توبہ کرو۔ میں نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

قیدِ تنہائی

جب مجھے مکہ معظمہ کی جیل کے کمرہ میں تنہا بند کردیا گیا تو میں نے جیل کے کمرہ میں داخل ہوتے ہی جیل والوں سے قرآن طلب کیا۔ چنانچہ مجھے قرآن مجید مہیا کردیا گیا۔ میں جیل کے کمرہ میں اکیلا ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا میرا اور کوئی ساتھی نہ تھا۔ فرصت کے اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت کرکے اپنی گھبراہٹ دُور کرلیتا تھا۔ جیل میں مجھے روزانہ تین وقت کھانا دیا جاتا تھا۔ مکہ معظمہ کی جیل میں خوراک اچھی ملتی رہی۔ میں نمازیں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتا تھا۔ اور مجھے سلسلہ احمدیہ کی ترقی اور احبابِ جماعت نیز اپنے لئے رشتہ داروں کیلئے خوب دعائیں کرنے کا موقعہ ملا۔ پورے ایک ماہ کے بعد مجھے مکہ معظمہ کی جیل سے رہا کرکے جدّہ پہنچادیا گیا۔ اور وہاں کی جیل میں انفرادی کمرے میں بند کردیا گیا۔ یعنی میرے ساتھ کوئی اور قیدی نہیں تھا۔ وہاں بھی مَیں نے جاتے ہی قرآن مجید حاصل کرلیا۔ اور روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرکے اپنا دل بہلا لیتا تھا۔ جدّہ کی جیل کا انتظام ناقص تھا اور خوراک بھی نہایت ناقص تھی۔ زیادہ تر مسور کی دال کھانے کو دی جاتی تھی۔ جس کی وجہ سے میرے ناک سے خون جاری ہوگیا۔

25/ اپریل کو مجھے جیل سے جدہ کے تھانے میں لے جایا گیا۔ مجھے ہتھکڑی لگائی ہوئی تھی۔ تھانہ پہنچ کر میرے شناختی کارڈ کے چھ فارموں پر دونوں ہاتھوں کی تمام انگلیوں کے نشان ثبت کئے گئے۔ اس کے بعد لکڑی کی ایک تختی پر میرا نام لکھ کر تختی میرے دونوں ہاتھوں میں پکڑا دی گئی اور فوٹو لیا گیا۔

والدہ صاحبہ کو مکہ معظّمہ کی عورتوں کی جیل میں رکھا گیا تھا۔ مجھے والدہ صاحبہ کے حالات کا کوئی علم نہیں تھا اور والدہ صاحبہ کو میرے متعلق کچھ علم نہ تھا۔ آخر 2 مئی کو قریباً ڈیڑھ ماہ کے بعد جدّہ میں میری اور والدہ صاحبہ کی آپس میں ملاقات ہوئی تھی اس دن مجھے اور والدہ صاحبہ کو جیل سے رہا کر کے مکہ معظّمہ بھجوا دیا گیا کیونکہ ہمارے پاسپورٹ مکہ معظّمہ میں تھے۔ جیل سے رہائی کے بعد ہمیں ایک شخص سے معلوم ہوا کہ آخری جہاز جدّہ سے 13 مئی کو پاکستان جانے کیلئے روانہ ہو رہا ہے۔

جہاز کی روانگی تک جیل

جب ہم مکہ معظّمہ پہنچے تو مدیر الحرم نے فرمان جاری کیا کہ جب تک ان کا جہاز روانہ نہیں ہوتا ان کو جیل میں ہی رکھا جائے۔ چنانچہ ہمیں جدّہ بھجوا کر پھر جیل میں ڈال دیا گیا۔ 5 مئی کو ہمیں جدّہ کی جیل کے دفتر میں بلایا گیا۔ وہاں میں نے اپنا اور والدہ کا پاسپورٹ دیکھ لیا۔ اس سے مجھے تسلی ہوگئی کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اب ضرور وطن واپس جائیں گے۔ اسی دن ہمیں ایک اور دفتر میں بھجوایا گیا۔ جب ہم موٹر میں سوار ہوئے تو میرے سامنے ایک بزرگ دوست بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کس ملک کے ہیں۔ اور آپ کا کیا نام ہے۔ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میں پاکستان کا رہنے والا ہوں اور میرا نام محمد دین ہے پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کس جرم میں پکڑا ہوا ہے فرمانے لگے کہ میں احمدی ہوں میں نے کہا کہ ہمارا بھی یہی جرم ہے۔ ہم وہاں ایک دوسرے سے متعارف ہو کر بہت خوش ہوئے۔

وطن کو روانگی

8 مئی کو پھر ہمیں اسی دفتر میں جس کا نام ادارۃ الترحیل جدّہ تھا، بھجوایا گیا۔ وہاں ہم سے پوچھا گیا کہ جہاز کا ٹکٹ کہاں ہے۔ ہم نے کہا کہ ہمارے پاس ٹکٹ نہیں ہے۔ چنانچہ ہمیں جدّہ کے پاکستانی حج آفس میں جہاز کا ٹکٹ بنوانے کے لئے بھجوایا گیا۔ اور ساتھ ہی دو سپاہی بھی نگرانی کیلئے بھیجے گئے پاکستانی حج آفس کے آفیسر نے پاسپورٹ دیکھ کر کہا کہ آپ کی واپسی تو 7 اپریل کو تھی کہاں رہے ہیں۔ میں نے کہا میرے ہاتھوں کی طرف دیکھئے مجھے ہتھکڑی لگی ہوئی ہے اور میں دو ماہ سے جیل میں ہوں۔ کہنے لگے کیوں جیل میں ڈالے گئے۔ میں نے کہا کہ کسی نے ہمارے متعلق مخبری کر دی تھی کہ یہ احمدی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ احمدی تو نہیں اور کسی نے جھوٹی مخبری کی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بدلہ دے گا۔ میں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے احمدی ہیں۔ کہنے لگے سعودی عرب کی حکومت نے ٹھیک کیا۔ آپ مودودی صاحب کی کتاب کو پڑھیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ قادیانیوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی سعودی عرب کی حکومت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ ہمیں جو مرضی سمجھیں اور کہیں ہم تو اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں۔ پاکستانی حج آفس والوں نے ہمارا جہاز کا ٹکٹ بنا کر دے دیا اور ہمیں جیل میں پہنچا دیا گیا۔

الٰہی تصرّف

13 مئی کو مجھے سخت بے چینی تھی کہ آج مجھے رہا کرتے ہیں یا نہیں تو میں نے اسی بے چینی کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔ جب میں عین قرآن مجید کی اس آیت پر پہنچا کہ الیس اللہ بکافٍ عبدہ تو اسی وقت جیل کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور مجھے کمرہ سے باہر نکالا گیا۔ اور والدہ صاحبہ کو بھی جیل سے باہر لایا گیا۔ پھر ہمیں دفتر ادارۃ الترحیل پہنچا دیا گیا۔ وہاں سے سیدھا جدہ کی بندرگاہ پر پہنچایا گیا۔ جہاز کی سیڑھی پر ہمیں پاسپورٹ دیا گیا۔ ہمیں دراصل جیل سے رہا نہیں کیا گیا تھا بلکہ ملک بدر کیا گیا تھا اور ہمیں کہا گیا تھا کہ سعودی عرب پھر بالکل نہ آنا۔

جہاز میں پہنچ کر ہمیں اطمینان کا سانس نصیب ہوا۔ جہاز میں جب میں نے بتایا کہ مجھے احمدی ہونے کیوجہ سے جیل میں رکھا گیا تو جو پاکستانی مسافر سعودی عرب سے وطن رخصتی پر آرہے تھے کہنے لگے کہ ہم حیران ہیں کہ سعودی عرب کی حکومت نے آپ کو کیسے چھوڑ دیا۔ میں نے ان کو کہا ؎

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

بہر حال اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمارے ایمان کو سلامت رکھا اور میں نے وہ عہد جو خدام الاحمدیہ سے لیا جاتا ہے کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ قومی اور ملّی مفاد کی خاطر میں اپنی جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہوں گا۔ محض اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے مقدس گھر کی زیارت کی توفیق عطا فرمائی جس کے متعلق اس نے فرمایا اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور روضہء اقدس کی زیارت کی توفیق ملی۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اس خدا کی راہ میں مقدس سرزمین میں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں اور جیل میں ڈالا گیا۔ میری لذّت دوگنی ہوگئی۔ ذکر الٰہی اور اس کے پاک کلام کی تلاوت اور مطالعہ کا موقعہ اس قید میں جو میسر آیا شاید عام حالات میں وہ میسر نہ آتا۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

(نعت)

اچھے لگے

ارشاد عرشی ملک
arshimalik50@hotmail.com

ہم کو عشقِ مصطفےٰ ﷺ میں سب لقب اچھے لگے　　ملحد و گستاخ ، کافر ، بے ادب ، اچھے لگے

ہم نے سیکھے ہیں محمد ﷺ سے قرینے پیار کے　　زخم کھانے کے دعا دینے کے ڈھب اچھے لگے

اُن کا بھی دعویٰ یہی کہ آپؐ سے منسوب ہیں　　جن کو دہشت اور تشدد کے کسب اچھے لگے

اپنے دل کے حوصلے پر آج پیار آیا ہمیں　　گالیاں جن سے سنیں وہ نطق و لب اچھے لگے

دشمنِ جاں ہیں مرے پر اُمتی ہیں آپ ﷺ کے　　بس اسی رشتے سے مجھ کو سب کے سب اچھے لگے

آپؐ کا پیارا حوالہ ہی مری پہچان ہے　　اور ہی ہوں گے جنہیں نام و نسب اچھے لگے

آپؐ کے پیرو ہیں جو افکار میں کردار میں　　جن کے لہجوں میں رچا پاسِ ادب اچھے لگے

پاک ہیں وہ دل بسی ہے جن میں چاہت آپؐ کی　　آپؐ کا جو نام لیتے ہیں وہ لب اچھے لگے

دھیرے دھیرے منکشف ہوتی ہے عظمت آپ ﷺ کی　　آپؐ گزرے سب دنوں سے بڑھ کے اب اچھے لگے

آپؐ کی چاہت میں عرشی جس نے جھیلیں نفرتیں　　دُنیوی عزت کے رتبے اس کو کب اچھے لگے

حقیقی عید اور اس کو منانے کے طریق

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریرات کی روشنی میں

زاہدہ خانم

لغوی معانی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

عید کا لفظ اردو فارسی اور عربی زبان میں خوشی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ درحقیقت عید کا لفظ عود سے نکلا ہے۔ اور عود کے معنی دوبارہ واپس آنے اور بار بار آنے والی چیز کے ہیں۔ خوشی کے لئے یہ لفظ اس وجہ سے استعمال ہوتا ہے کہ خوشی ہی ایسی چیز ہے جس کے واسطے بار بار آنے کی خواہش کی جاتی ہے۔ اسی لئے محاورے میں خوشی کے لئے عید کا لفظ استعمال کیا گیا جن میں بار بار آنے کے معنے پائے جاتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد اول صفحہ 33)

راحت والا دن

عید کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

اسلام نے تقاضائے فطرت کو پورا کرنے کے لئے دو عیدیں مقرر کی ہیں۔ یعنی عید الفطر اور عید الاضحٰی۔ ان دونوں عیدوں میں ایسی عبادتیں لگائی گئی ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے انسان خدا کو پالیتا ہے اور چونکہ حقیقی خوشی وہی ہے کہ جس میں خدا مل جائے۔ اور اسلام نے جو عید رکھی ہے اس میں خدا تعالیٰ کو پانے کے گُر بتائے ہیں۔ اس لئے اس کے واسطے یہ خواہش کرنا بجا ہے کہ یہ دن بار بار لوٹ کر آئے۔ یہ وہ دن ہے جس میں حقیقی راحت کا نشان ہے۔ کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ تم اس راستہ پر چل کر خدا کو دیکھ لو گے۔ اور جب تک وہ دن تم پر نہ آئے کہ تم خدا کو دیکھ لو اس وقت تک تمہارے لئے کوئی عید نہیں ہو سکتی۔ پس اسلام نے چونکہ ان عیدین کو حقیقی عید کا نشان رکھا ہے اس لئے ان سے ایک حد تک دل کو سچی راحت ملتی ہے اور ان سے خدا تعالیٰ کو پانے کا پتہ چلتا ہے۔

پھر آپؓ فرماتے ہیں:

ہماری عید کیا ہے؟ یہ کہ ہمارا محبوب ہمارا خدا ہمیں مل جائے۔ جو شخص کوشش کرتا ہے اور محنت بھی کرتا ہے اس کو اس کا خدا مل جاتا ہے۔ اور پھر ایسا آرام اور ایسی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ جسے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ دیکھو عید الفطر کے لئے اسلام نے ایک ماہ کے روزے مقرر کئے، روزے فرض قرار دے کر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جسمانی قربانی ضروری رکھی ہے۔ دوسری عید پر انسان ظاہری قربانی کرتا ہے۔ جو کہ اس بہت بڑے انسان کے نمونہ کی یادگار میں ہوتی ہے۔ یہ اسلام کی مقرر کردہ عیدوں کی حقیقت ہے۔ مگر اور لوگوں کی عیدیں اپنے اندر یہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ غیروں کی عیدوں کی خوشی میں جو خوشی ہوتی ہے وہ خوشی ایسی ہی ہے جیسے ایک بت پر کوئی فدا ہو جائے۔ لیکن ہماری عیدیں وہ ہیں جن پر ہمیں ایک صحیح راستہ پر چلایا جاتا ہے اور جس کے ذریعہ ہمیں ہمارا خدا دکھایا جاتا ہے پھر ہماری دعاؤں میں قبولیت اور ہم میں تقویٰ پیدا کیا جاتا ہے۔

(خطبات محمود جلد اول صفحہ44)

ہر روز عید

ان کے لئے جو خدا کے عبد ہوں ہر روز عید کا روز ہوتا ہے اور دنیا کی کوئی مصیبت ان پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتی۔ کیونکہ ان کو دل کا اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ لیکن وہ شخص جس کا دل دکھوں اور آفتوں سے بھرا ہوا ہو وہ خواہ اچھے کپڑے پہن لے اچھا کھانا کھالے اس کے لئے کوئی عید نہیں ہے۔ ان کے بدلے خدا کے بندے ایک ایسے باغ میں ہوتے ہیں جہاں کوئی آفت اثر نہیں کرسکتی۔ وہ ہر دکھ سے محفوظ ہوتے ہیں اور وہ مصائب وشدائد جو دنیا کی کمر توڑ دینے والے ہوتے ہیں ان پر کوئی اثر نہیں کرتے ہیں۔

مومن کی عید

یہ وہ عید ہے جو ایک مومن کو حاصل ہونی چاہیئے ورنہ یہ عید نہیں کہ کپڑے سفید پہن لئے جاویں۔ جب دل میں رنج ہو تو عید کیسے ہوسکتی ہے۔ عید تو اسی کی ہے جس کا دل خوش ہو۔ اور دل اسی کا خوش ہوسکتا ہے۔ جس کو اس کا خدا مل جائے۔ دنیا اس کو دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کے عبد کے لئے کوئی رنج نہیں وہ تو نفس مطمئنہ میں ہوتا ہے۔ مومن ایسی جگہ میں ہوتا ہے کہ خدا اس سے راضی اور وہ خدا سے راضی ہوتا ہے۔ یہ عید اس کے لئے خدا کی رضا کے لئے نشان ہوتی ہے۔ اور خدا کے فرشتے اس کے محافظ اور پہرہ دار ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی ہی عید نصیب کرے۔

(خطبات محمود جلد اوّل صفحہ 47)

عہد پورا کیا

میں کہتا ہوں کہ آج خوشی کی کیا بات ہے مسلمان خوش ہیں۔ اس کا جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں دے سکتے کہ آج عید ہے لیکن وہ لوگ جو شریعت کے مغز کو جانتے ہیں وہ اس کا جواب یہی دیں گے کہ آج مسلمان اپنے خدا کے حضور اس بات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں کہ انہوں نے مہینہ بھر اس کے حضور کامل طور پر اپنی عبودیت کا اقرار کیا پس آج کی خوشی کوئی دنیاوی خوشی نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ مسلمانوں نے اپنے آقا کے حضور جو عہد کیا تھا اس کو پورا کیا۔ اور بارہ مہینوں میں سے ایک مہینے میں انہوں نے بعض جائز چیزوں کو بھی اس کی رضا کی خاطر ترک کر دیا لیکن وہ شخص جو بلا عذر روزوں میں بھی دن کو کھاتا رہا اور نفسانی خواہشوں کو پورا کرتا رہا۔ حکم خداوندی کو بلا وجہ ٹالتا رہا اس نے تو اپنی جان پر ظلم کیا۔ اس کے لئے آج خوش ہونے کا کوئی موقع نہیں بلکہ اسے تو آج ماتم کرنا چاہیئے۔ پھر جس نے رمضان کا مہینہ پانے کے باوجود کوئی بھی تبدیلی نہیں کی کوئی عبودیت کا اقرار نہیں کیا کوئی خدا سے صلح کرنے کی تیاری نہیں کی جس سے وہ خدا کے فضل کا جاذب ہوتا اس کے لئے بھی خوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں اس کے لئے تو رنج کا موقع ہے اس کے لئے کوئی راحت کا موقع ہے ہی نہیں۔ بلکہ اسے تو دکھ درپیش ہے وہ آج کیوں ہنستا ہے اگر اس نے کوئی روحانی تبدیلی نہیں کی اور روحانیت کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ تو کیا اس کو خوش ہونا چاہیئے ہرگز نہیں اسے تو آج رونا چاہیئے۔ عید تو ایسے دن کو کہا جاتا ہے جو کہ بار بار آئے مگر کیا وہ شخص جس کے گھر ماتم ہو گیا وہ کہتا ہے کہ ایسا موقع میرے لئے بار بار آئے۔ ایسی حالت میں کوئی عقلمند انسان ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایسی حالت میں کہ اس نے خدا سے کوئی تعلق قائم نہیں کیا دین کی کوئی خدمت نہیں کی روحانی اصلاح نہیں کی اس پر دوبارہ لوٹ کر آئے تا کہ پھر وہ اسی طرح کرے لیکن جو شخص ایسی حالت کے باوجود عید کے دن خوش ہوتا ہے اور خوشی کا اظہار کرتا ہے گویا وہ اپنے لئے بددعا کرتا ہے کہ میری ایسی ہی بری اور بدتر حالت رہے۔

(خطبات محمود جلد اوّل صفحہ 43)

نادان بچہ

ایسی عید جو رمضان المبارک میں غفلت اور خدائی احکام کو پس پشت ڈال کر منائی جائے۔ اس کے بارہ میں حضورؓ فرماتے ہیں:

''نادان بچہ اپنے باپ کی مرگ کا احساس نہ کرتے ہوئے ہنستا اور کھیلتا پھرے تو یہ اس کی کم علمی جہالت اور نادانی ہے۔ مردہ باپ کو غسل دیتے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر پرواہ نہ کرے اور بے علمی سے سمجھے کہ میرے مردہ باپ کو لوگ مل مل کر نہلا رہے ہیں اور کفن پہناتے ہوئے دیکھ کر خوش ہو رہا ہو کہ آہا میرے باپ کو نئے کپڑے پہنائے جا رہے ہیں یہ اس نادان بچے کی بے علمی ہے کیونکہ دراصل یہ تو اس کے لئے مصائب کا دروازہ ہے یہ تو اس بے چارے کے لئے ماتم کا وقت ہے۔ یہ تو درحقیقت اس معصوم بچہ کے یتیم ہونے کی ابتدا ہے اور اس کے لئے مصائب اور مشکلات کا پیش خیمہ ہے اور وہ اس پر خوشی کر رہا ہے تو کیا اس کی یہ خوشی حقیقی خوشی ہوگی؟''۔

(خطبات محمود جلد اوّل صفحہ 36)

قربانیاں دو

پس اگر حقیقی عید دیکھنا چاہتے ہو تو اسلام کی ترقی کے لئے پوری سعی کرو اور اسلام کی ترقی وابستہ ہے مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق پر اور اتفاق و اتحاد کبھی پیدا نہیں ہوسکتے جب تک ہر شخص سچے دل سے ہر ایک چیز اس راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائے۔ خوب یاد رکھو کہ جب تک وہ عید جو حقیقی عید ہے۔ قریب لانے کی کوشش نہیں کی جاتی اس وقت تک یہ عید محض ایک کھلونا ہے حقیقی عید نہیں ہے۔ فاخرہ لباس اور خوشبو لگا کر خوش ہو جانا کسی کام کا نہیں جب تک دلوں میں حقیقی خوشی پیدا نہ ہو اور وہ پیدا نہیں ہوسکتی جب تک دین کی خدمت نہ کرو اور اس کے لئے سچی قربانیاں نہ دو۔

(خطبات محمود جلد اوّل صفحہ39)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عید کی حقیقت کو سمجھنے اور حقیقی عید منانے کی ہمیشہ توفیق عطا کرے۔ آمین۔

شرم وحیاءعورت کا حسن ہے

سلیمہ شاہنواز، ماؤنٹ جولیٹ ٹینیسی

پیامِ احمدیت کو جہاں میں عام کرنا ہے　　　وجودِزن پہ تجھ کو حجتِ اتمام کرنا ہے　(عرشی ملک)

انسانی فطرت ہے کہ وہ خوبصورت چیز کی طرف خودبخود مائل ہوجاتی ہے۔ وہ خوبصورت چیز پھول ہو یا پودا یا خوبصورت لباس، عورت کی مثال بھی ایک خوبصورت پھول کی سی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر صنفِ نازک، دلکش اور حسین بنایا ہے۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو حیاء کے تقاضے پورے کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر عورت حیاء کا پیکر ہے اور حیاء عورت کا حسن ہے۔ حیاء کے معنی شرم، حجاب اور پردہ کے ہوتے ہیں۔ حیاء ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو بُرے فعل سے روکتی ہے۔ حیاء وہ جذبہ ہے جو انسان کے دل کو شرم اور غیرت سے بھر دیتا ہے۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے کیا خوب فرمایا ہے:

اے خاتون! تو حدِّ اعتدال سے زیادہ زیب وزینت نہ کر　　　اے خاتون! حیاء اور عفت تیرے اصلی اور اعلیٰ جوہر ہیں　(کرنہ کر)

شرم وحیاء عورت کی حفاظت کرتی ہے کیونکہ حیاء کا دوسرا نام پردہ ہے۔ پردہ کرنے سے غیر مرد کی نگاہ نہیں اُٹھتی اور وہ ہر قسم کے خطرے سے بچ جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے عورت کی زندگی کیلئے کچھ اصول بتادیئے ہیں یہ کہ عورت گھر کی چاردیواری کے اندر اور باہر پردہ کی حدود میں بھلی لگتی ہے۔ اور اُسکی شرم وحیاء قائم رہ سکتی ہے۔ حیاءدار عورت حسین اور مہذب دکھائی دیتی ہے۔ ایک اچھی بچی کی پہچان اُسکی حیاء ہے۔ اسکو دیکھنے والی نگاہیں احتراماً جھک جاتی ہیں اور عزت ووقار بلند ہوجاتا ہے۔ اسکے برعکس بے پردگی جو کہ بے حیائی کے زُمرے میں آتی ہے عورت کی شخصیت کو مسخ کرکے اُسکے حسن کو ختم کردیتی ہے۔

سورۃ النور میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: ''تُو مومنوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں''

ایک دوسری آیت میں فرمایا: ''اپنی زینت کو کسی غیر مرد پر ظاہر نہ کیا کرو ماسوا جو اپنے آپ ظاہر ہوجائے''

حدیث مبارکہ ہے کہ: **الحیاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ**　حیاء ایمان کا حصہ ہے

یعنی حیاء کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔ ایک بار آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر مذہب کی ایک بنیادی رُوح ہوتی ہے جو اسکو دوسرے مذہب سے ممتاز کرتی ہے۔ ''اسلام کی رُوح حیاء ہے'' یہ سچ ہے کہ حیاء انسانیت کی معراج ہے اور حیاء ہی انسانیت کی پہچان ہے۔ جب حیاء اُٹھ جائے تو انسان جو چاہے کرتا پھرتا ہے۔ اگر دل میں خوفِ خدا اور شرم وحیاء نہ ہو تو کوئی نیک فعل سرانجام نہیں دیا جاسکتا بلکہ انسان گناہ کا مرتکب ہوگا۔

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: ''تُو کہہ دے میرے ربّ نے صرف بُرے اعمال کو خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن ہوں گناہ اور سرکشی کو حرام کیا ہے۔''

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبیؐ کے ذریعے بے حیائی سے منع فرمایا ہے۔ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم کیا کررہے ہیں وہ تو ہمارے دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات سے بھی واقف ہے۔ وہ علیم، خبیر اور بصیر ہے

ہو رہا ہے تُو گناہ میں اس قدر بے باک کیوں　　　کیسے ممکن ہے کہ تجھ کو دیکھتا کوئی نہ ہو

اللہ تعالیٰ نے بچوں میں بھی شرم وحیاء کا مادہ رکھا ہے یہ احساس بچے میں فطری طور پر پایا جاتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پردے کا شعور بچوں میں بڑھنے لگتا ہے۔ شروع میں ماں بچے کو نہلاتی اور لباس تبدیل کرتی ہے۔ اسکے بعد بچے خود نہانے اور لباس بدلنے لگتے ہیں کیونکہ کسی کے سامنے لباس تبدیل کرنے اور نہانے کے وقت شرم محسوس کرتے ہیں۔ اب ماں کا فرض ہے کہ وہ اُس کی شرم وحیاء کا پاس رکھے اور دوسرے اخلاق حسنہ کے ساتھ بچے میں حیاء بھی پیدا کرے۔ ہماری حیاء لباس سے بھی ظاہر

ہوتی ہے۔لباس کے معنی ستر یعنی پردہ پوشی کے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں فرمایا: ''اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے ایک ایسا لباس پیدا کیا ہے جو تمہاری چھپانے والی جگہوں کو چھپاتا ہے اور زینت بھی ہے۔''
بعض بچیوں کا لباس آجکل ایسا ہوتا ہے کہ جسم کے مختلف حصوں کی عُریانی ہوتی ہے۔فیشن بھی اگر کرنا مقصود ہو تو شرم وحیاء کے دائرے میں رہ کر فیشن اپنایا جائے۔
آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''حد سے بڑھی ہوئی بے حیائی ہر عمل کرنے والے کو بدنما بنادیتی ہے اور شرم وحیاء حیاء دار کو حسن سیرت بخشتا ہے اور اُسے خوبصورت بنادیتا ہے۔''

''کر نہ کر'' میں مذکور نصائح قابل غور ہیں:

اے خاتون! تیرے کپڑے اتنے چست نہ ہوں کہ بدن کی بناوٹ ان میں سے معلوم ہو۔

اے خاتون! تیرے کپڑے اتنے باریک نہ ہوں کہ ان میں سے تیرا جسم بے پردہ نظر آئے۔

اے خاتون! تو گھر میں بھی اپنا سینہ اور سر دوپٹہ سے ڈھانک کر رکھ کہ یہ تیرے حیاء کے قیام کا باعث ہے۔

اے خاتون! تو اپنی زینت ڈھانکنے کیلئے ایسا برقعہ نہ بنا جو بجائے خود زینت ہو۔

پس ماؤں کو چاہیئے کہ اپنی بچیوں کو ایسا لباس پہنائیں جو انکی حیاء کو قائم رکھے۔ایک مرتبہ ایک صحابیہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں۔وہ صحابیہ باریک اوڑھنی پہنے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اُس اوڑھنی کو لے کر چاک کردیا،انہیں موٹی اوڑھنی پہنائی اور فرمایا ''نیم عریانی قاتلِ اخلاق ہے۔اسلئے دینِ حق اسکی اجازت نہیں دیتا۔''
آجکل بعض گھرانوں کی نئی نسل روایتی پردہ اور حیاء کا مذاق اڑاتی نظر آتی ہے۔عریاں اور تنگ لباس سر اور سینے سے دوپٹہ غائب اپنے اس طرز عمل کو مغرب کی تقلید کر کے ماڈرن ازم کا نام دیتی ہے۔اس قسم کا حد سے بڑھا ہوا فیشن حیاء کے تقاضے کو پورا نہیں کرتا۔
شاعرہ ارشاد عرشی نے کیا خوب کہا ہے

بہت ہے زُعم عورت کو مقام اپنا بنایا ہے ۔۔۔ فقط فیشن کے پردے میں جہالت کو چھپایا ہے
ہے سر پہ علم کی گٹھڑی پر اُس کی عقل حیراں ہے ۔۔۔ خبر اُس کو کھلے سر کی ہے نہ ہوشِ گریباں ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''پس وہ عورتیں جو معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ اسلامی پردہ کیا ہے۔میں انکو یقین دلاتا ہوں کہ اسلامی پردہ حیاء ہے۔اگر آپ اپنی حیاء کی حفاظت کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا کے فرشتے آپ کی ہر قسم کی خرابیوں اور گناہوں سے حفاظت کریں گے کیونکہ حیاء کے پردہ سے بہتر اور کوئی پردہ نہیں۔''
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:
''پردہ اور حیاء کا **مقصد** اور تقاضا یہ ہے کہ عورتوں اور بچیوں کو چاہیئے کہ بُری عورتوں اور گندے خیالات رکھنے والیوں سے پردہ کریں (یعنی ان سے دُور رہیں) اور انکی محفلوں سے بچیں۔''
الغرض ہماری شخصیت شرم وحیاء کا منہ بولتا ثبوت ہونی چاہیئے۔پس ہم سب کو چاہیئے کہ آنحضرتؐ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے اندر اور اپنی نوجوان نسل میں شرم وحیاء کی اعلیٰ خصوصیات پیدا کریں۔اگر ہم گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں تو صراط مستقیم پر چلنے کے لئے ہمیں حیاء کا دامن تھامنا ہوگا۔

آخر میں مضمون کے حوالے سے چند اشعار:

خدا کا جمالی رُخ تجھ ہی سے آشکارہ ہے ۔۔۔ تو اس بھٹکے زمانے کے لئے قطبی ستارہ ہے
تیری پاکیزگی کی لو سے دنیا جگمگا جائے ۔۔۔ تقدس تیرے باطن کا تیرے ظاہر پہ چھا جائے

(عرشی ملک)

شمائل حضرت محمد ﷺ

اہل دنیا کو نہ جانے کیا اچھا لگا۔۔۔اہل دل کو بس محمد مصطفیٰؐ اچھا لگا

رانا عبدالرزاق خاں، لندن

ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ کا وجود باجود ایسا شجرہ طیبہ ہے جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ اور جڑیں فطرت انسانی کی پاتال میں پیوست ہیں۔ایک ایسا سدا بہار درخت ہے۔ جو ہر موسم ہر زمانہ میں اپنے رب کے اذن سے پھل دیتا ہے۔آپ کی سیرت ایسا شجر مبارکہ ہے کہ جو شرقی ہے نہ غربی بلکہ کل عالم اس کے فیض سے معطر ہوتا ہے۔ایک ایسی بارش ہے کہ جو ہر خشکی اور تری پر اُترتی اور نہال کرتی ہے۔ایک ایسا نور ہے جو ہر تاریکی کو اُجالے میں بدل دیتا ہے۔ایک فرقان ہے جو حق و باطل میں فرق کر دیتا ہے۔الغرض ایک ایسا لعلِ بے بہا ہے جس کے اوصاف لکھنے کے لئے سات سمندر سیاہی اور تمام درخت قلمیں بن جائیں تب بھی اس کا حق ادا نہیں ہوتا۔فطرت انسانی میں کتنا تنوع ہے۔اس کی ضرورتیں ان گنت اور مسائل بے شمار ہیں۔ملک ملک،قوم قوم،قبیلہ قبیلہ،فرد فرد ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو ذاتی اور اجتماعی اور پھر بین الاقوامی تعلقات کے حوالہ سے کامل رہبر کا متلاشی ہے۔اور حضرت محمد ﷺ کی ہستی وہ کامل ہستی ہے جو کسی کو مایوس نہیں کرتی۔ ہر ضرورت مند کا ہاتھ پکڑتی اور اسے روشنی دکھاتی ہے۔ زمین سے زمین اور پھر آسمان تک راستوں کے مسافر کو ہر قدم پر زادِ راہ مہیا کرتی ہے۔مبارک وہ جو اس چاند سورج کو اپنے سینے میں اتار لے۔اور دل میں بسا لے۔حضرت محمد ﷺ کی پاک سیرت کا چمن ہزاروں شاخوں اور لاکھوں پھولوں سے سجا ہوا ہے۔یہ دلکش مناظر ان پاک وجودوں نے بیان کئے ہیں۔جنہوں نے اس صاحبِ جلال و جمال کو اپنی ظاہری و باطنی آنکھوں سے دیکھا۔جنہوں نے اس چشمہء رواں سے جام بھر بھر پیئے۔اور اس حسن و احسان کی تابنا کی سے خود بھی روشن ہو کر ستارے بن گئے۔حضرت محمد ﷺ کی سیرت نوروں کا مجموعہ ہے۔جس سے رنگا رنگ کی شعائیں پھوٹتی ہیں اور سیرت کے ہر واقعہ سے متعدد اخلاق کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس رحمت عالم کی سچی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔جس کی پیروی سے خدا تعالیٰ ملتا ہے۔اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

سیرت نبوی کا جامع نقشہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کی سنت کے بارہ میں پوچھا۔تو آپ نے فرمایا: معرفت میرا سرمایہ ہے۔اور عقل میرے دین کی بنیاد اور محبت میری اساس اور شوق میری سواری اور ذکر الٰہی میرا مونس، وثوق میرا خزانہ،غم میرا رفیق،علم میرا ہتھیار،صبر میری چادر، رضا میری غنیمت، عاجزی میرا فخر، زہد میرا پیشہ، صدق میرا شفیع، اطاعت الٰہی میرا حسب، جہاد میرا خلق، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ذکر الٰہی میرے دل کا پھل ہے اور میرا غم میری امت کے لئے اور میرا شوق اپنے ربّ عزوجل کی طرف ہے۔

(الشفاء عیاض بن موسیٰ صفحہ 81)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خراج عقیدت

آنحضرت ﷺ کا اخلاقی اعجاز۔"اخلاقی حالت ایک ایسی کرامت ہے کہ جس پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا۔اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کو سب سے بڑا اور قوی اعجاز اخلاق کا ہی دیا گیا جیسے فرمایا۔اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم۔یوں تو آنحضرت ﷺ کے ہر قسم کے خوارق قوت ثبوت میں جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بجائے خود بڑھے ہوئے ہیں مگر آپ کے اخلاق اعجاز کا نمبر ان سب سے اوّل ہے۔جس کی نظیر دنیا کی تاریخ نہیں بتلا سکتی اور نہ پیش کر سکتی ہے۔(ملفوظات جلد اول ص 89)

اخلاق الٰہیہ کا کامل نمونہ۔"آنحضرت ﷺ کی زندگی ایک عظیم الشان زندگی ہے۔آپ آنحضرت ﷺ اپنے اخلاق فاضلہ کے اور کیا بلحاظ اپنی قوت قدسی اور عقد ہمت اور کیا بلحاظ اپنی تعلیم کی خوبی اور تکمیل اور کیا بلحاظ اپنے کامل نمونہ اور دعاؤں کی قبولیت کے۔غرض ہر طرح اور ہر پہلو میں چمکتے ہوئے شواہد اور آیات اپنے ساتھ رکھتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک غبی سے غبی انسان بھی بشرطیکہ اس کے دل میں بےجا غصہ اور عداوت نہ ہو صاف طور پر مان لیتا ہے کہ آپ تَخَلَّقُوا بِاَخلاقِ اللّٰہ کا کامل نمونہ اور کامل انسان ہیں"۔(الحکم 10 اپریل 1902)

اے پاک اخلاق والے۔ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں جو تمام مخلوق سے

بہتر ہیں۔ جو خدائے مہیمن کا نور اور تاریکیوں کو دور کرنے والے ہیں۔ اے پاک اخلاق اور پاک ناموں والے کیا آپ ہمیں اپنی نعمتوں سے محروم رکھیں گے۔ (انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 ص 268-280)

حسن مجسم اور ظاہری حسن کا بے مثال نمونہ:

حضرت حسن بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ سے آنحضرت ﷺ کا حلیہ پوچھا کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کا حلیہ بیان کرنے میں بہت ماہر تھے اور میں چاہتا تھا کہ وہ میرے پاس آنحضرت ﷺ کے متعلق ایسی باتیں بیان کریں جنہیں میں پلے باندھ لوں۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں نے حضور ﷺ کا حلیہ مجھ سے کچھ یوں بیان فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کی آنکھوں اور سینہ میں ایسی کشش تھی اور ایسا حسن تھا کہ جو دیکھنے والوں کو مرعوب کر لیتا تھا۔ آپؐ کا چہرہ مبارک بھرا ہوا تھا۔ شرافت اور عظمت کے آثار اس پر نمایاں تھے۔ اور رعب و وجاہت اس سے ٹپکی پڑتی تھی۔ وہ چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اور حسن اس میں موجیں مارتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ آپ نہ تو کوتاہ قد تھے اور نہ حد سے زیادہ لمبے بلکہ آپ کا قد بہت مناسب اور درمیانہ تھا۔ سر بڑا تھا اور بال گھنے تھے۔ جو کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔ لیکن اس سے نیچے نہیں گرتے تھے۔ ان میں قدرتی طور پر ایسا سنوار پایا جاتا تھا۔ کہ وہ کبھی بھی بکھرتے یا پراگندہ نہیں ہوتے تھے۔ اور انہیں کنگھی کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ بعض اوقات آپؐ کے بالوں میں خود بخود مانگ پڑ جاتی تھی۔ جو نمایاں ہوتی تھی۔ ورنہ حضورؐ خود عام طور پر مانگ نہیں نکالتے تھے۔ آپ کا رنگ سفید اور کھلتا ہوا تھا۔ پیشانی کشادہ تھی۔ اَبرو باریک لیکن بھرے ہوئے لمبے ہلالی تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ تھا۔ غصہ کی حالت میں ابروؤں کے اس درمیانی فاصلہ میں ماتھے پر ایک رگ ابھر کر نمایاں ہو جاتی تھی۔ ناک پتلی اور کھڑی ہوئی تھی۔ جو سرسری نظر دیکھنے والوں کو اصل سے زیادہ اُٹھی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس پر نور جھلکتا تھا۔ داڑھی گھنی تھی۔ رخسار نرم اور ملائم تھے۔ دہانہ کشادہ تھا۔ دانت خوب چمکتے تھے۔ وہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے نہ تھے۔ بلکہ ان میں ایک قدرتی فاصلہ تھا۔ جو بہت بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اور آپ کی لمبی گردن بس اُس کا حسن نہ پوچھو اُسے تو خدا نے اپنے ہاتھ سے گھڑا تھا اور وہ چاند کی طرح چمکتی تھی۔ جسم کی عمومی بناوٹ بہت موزوں تھی۔ وہ بھرا بھرا لیکن بہت متناسب تھا۔ پیٹ کمر کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اور سینہ پیٹ کے ساتھ ہموار تھا۔ آپ کا سینہ چوڑا اور فراخ تھا۔ آپؐ کے جوڑ مضبوط بھرے ہوئے اور نمایاں تھے۔ جلد چمکتی ہوئی نرم اور ملائم تھی چھاتی اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔ ہاں بالوں کی ایک باریک دھاری سینے کے نیچے سے ناف تک چلی گئی تھی۔ سینہ کے اوپر کے حصہ اور کاندھوں پر اسی طرح کلائی سے کہنیوں تک ہاتھوں پر خوب بال تھے۔ ہاتھ (یعنی کلائی سے کہنیوں تک بازوؤں کے حصے) لمبے تھے۔ دست چوڑے تھے انگلیاں لمبی تھیں۔ ہاتھ اور پاؤں نرم اور گوشت سے خوب بھرے ہوئے تھے۔ تلوے زمین کے ساتھ ہموار نہیں تھے۔ بلکہ درمیان سے ان میں خم تھا۔ پیر ایسے چکنے اور ملائم تھے کہ جب ان پہ پانی پڑتا تھا تو ٹھہرتا نہیں تھا فوری بہہ جاتا تھا۔ چال ایسی سبک تھی جیسے ڈھلوان پر سے اتر رہے ہوں۔ لیکن بڑی ہی پُر وقار اور باوجود تیزی کے قدم زمین پر ٹھہراؤ سے پڑتا تھا۔ چہرہ اٹھا کر نہیں چلتے تھے، اکڑ کر اور گھسٹتے نہیں تھے قدم اٹھا کر چلتے تھے۔ جب کسی کی طرف رخ پھیرتے تھے تو پورا رُخ پھیرتے تھے۔ نظر ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔ یوں لگتا جیسے فضا کی نسبت زمین پر نظر زیادہ پڑتی تھی۔ عادتاً نیم وا نظروں سے نگاہ ڈالتے اور جب صحابہ کے ساتھ چل رہے ہوتے تو ہمیشہ انہیں اپنے سے آگے رکھتے تھے جب کسی سے آمنا سامنا ہوتا تو ہمیشہ آپ ہی سلام میں پہل کیا کرتے تھے۔''

(شمائل ترمذی باب فی خلق رسول اللہ)

دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت اور سیاہ تھیں سُرمہ نہ بھی لگائے ہوئے ہوں تو لگتا یہی تھا کہ سرمہ آنکھوں میں پڑا ہوا ہے آنکھوں کی سفیدی میں ہلکی سی سرخی بھی جھلکتی تھی۔ چہرہ مبارک پر ہمیشہ بشاشت ہوتی تھی۔ اور مسکراہٹ بکھری رہتی تھی۔ فر فر کر کے کلام نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔ گفتگو میں سمجھانے کا انداز نمایاں ہوتا تھا۔ اور بات کو اکثر دہرایا کرتے تھے۔ تاکہ دوسرے کے ذہن نشین ہو جائے۔ کوہِ وقار تھے۔ کسی ایسی حرکت کا سرزد ہونا ناممکن تھا جو دوسروں میں کراہت پیدا کرے۔ ہر ادا دل کو موہ لینے والی تھی۔ ہر انداز میں حسن ٹپکتا تھا۔ آپ نہایت پُرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس میں حسن نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو چہرہ حسین تھا۔ جسم مرقع حسن تھا۔ انداز بیاں سحر کُن تھا۔ نگاہ مبارک اُٹھتی تھی تو فضا میں حسن بکھر جاتا تھا۔ اُٹھنا بیٹھنا سونا، آپ کی مجلس آپ کی خلوت سب کچھ ہی تو حسن میں ڈوبا ہوا تھا یہ تو ایسی داستان ہے جس کا بیان ختم نہیں ہو سکتا۔

چاند سے زیادہ حسین۔ حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ ہم باہر کھلے میدان میں بیٹھے تھے حضورؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ اور ایک سُرخ لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ چاندنی رات تھی۔ چودھویں کا چاند تھا۔ خوب روشن، بڑا حسین، لیکن میری نگاہ بار بار حضورؐ کے چہرہ کی طرف اُٹھتی تھی۔ حضورؐ آج بہت ہی پیارے لگ رہے تھے۔ حضورؐ کا حسن تو ہمیں ہمیشہ ہی گھائل کئے رکھتا تھا۔ لیکن آج تو یہ کچھ اور ہی رنگ دکھا رہا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ اس چہرہ سے زیادہ کوئی اور چیز حسین ہو سکتی ہے۔ پھر میری نگاہ چاند پر پڑی پھر میں نے حضورؐ کے چہرہ کی طرف دیکھا پھر چاند کو دوبارہ دیکھا پھر حضورؐ کے رخ مبارک پر نگاہ گڑ گئی۔ اُف! آپ کتنے حسین لگ رہے تھے۔ میں نے کہا نہیں اے چاند تیرا حسن اس حسن کے آگے ماند پڑ گیا ہے۔

(شمائل ترمذی باب خلق رسول اللہ)

اسلام دشمن گستاخانہ فلم کا تجزیہ ومحاسبہ

لطف الرحمٰن محمود

امریکہ میں بنائی جانے والی شیطانی فلم

حال ہی میں، امریکی ریاست کیلی فورنیا میں بننے والی ایک فلم کا بعض مسلم ملکوں میں شدید ردّعمل کے حوالے سے عالمی میڈیا میں بڑا چرچا ہوا ہے۔ اس فلم میں کام کرنے والے ایکٹروں اور ایکٹریسوں کو یہ بتایا گیا تھا کہ فلم کا تعلق 2,000 سال قبل، فرعونوں کے پرانے مصر سے ہے۔ اس فلم کا نام ''صحرائی جنگجو'' (Desert Warrior) رکھا گیا۔ فلمساز اور ڈائریکٹر کے بارے میں متضاد خبریں آتی رہی ہیں۔ اس صورتِ حال سے فراڈ اور بدنیتی کی بُو آرہی ہے۔ شروع میں یہ خبر لگی کہ ایک امریکن یہودی Sam Bacile نے یہ فلم بنائی ہے اور اس مقصد کے لئے اُس شخص نے یہودیوں سے فنڈ جمع کیا ہے۔ مگر اُنہی دنوں میں اسرائیلی حکومت نے اس فلم کی مذمت کرتے ہوئے واضح کیا کہ اسرائیل کا اس فلم اور اس فلمساز سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا کہ اس نام کے کسی شخص کا کوئی ریکارڈ ہی سرے سے موجود نہیں غالباً یہ اس فلمساز کا ''فلمی نام'' ہے۔ پھر اچانک فلمساز کے طور پر 55 سالہ مصری نژاد امریکی قبطی مسیحی، نکولا بیسلی نکولا (Nakoula Basseley Nakoula) کا نام سامنے آیا۔ اس حوالے سے دو تنظیموں کا نام بھی میڈیا میں آیا یعنی، National American Coptic Assembly اور Media for Christ۔

اس کے ساتھ ہی ایک اور پراسرار شخص عبدالمسیح کا ذکر بھی سامنے آیا۔ نکولا کے علاوہ ایک اور مصری نژاد امریکن، مورس صادق (Morris Sadiq) کو بھی اس اشتعال انگیز فلم سے جوڑا گیا۔ خبر رساں ادارے، Associated Press نے سام بیسائل کا ''تعاقب'' کیا۔ جب دیئے گئے فون نمبروں پر جستجو کی گئی تو ڈانڈے نکولا بیسلی نکولا سے جا ملے۔ اس مصری نژاد قبطی مسیحی کی اس خوبی یا خرابی کا علم بھی ہوا ہے کہ موصوف کو مختلف نام استعمال کرنے کا شوق ہے۔ یہ بعید نہیں کہ سام بیسائل، مورس صادق، نکولا بیسلی نکولا، عبدالمسیح، وغیرہ اسی ایک شخص ہی کے نام ہیں۔ ضمناً عرض ہے کہ نکولا کے پاسپورٹ پر مارک بیسلی یوسف نام درج ہے۔ اس ناپاک وِڈیو کی تائید کرنے والے پادری، ٹیری جونز (جس نے قرآن کریم کا ایک نسخہ جلا کر اپنی اسلام دشمنی اور کمینگی کا اظہار کیا تھا) نے اعتراف کیا کہ اُس کا سام بیسائل نامی ایک شخص سے ٹیلی فون پر رابطہ تھا مگر اُس سے کبھی بالمشافہ ملاقات کا موقعہ نہیں ملا اور نہ ہی وہ اُس کی شناخت کر سکتا ہے۔

مزید برآں، نکولا بیسلی نکولا کئی جرائم میں ملوّث رہا ہے۔ 1990ء کی دہائی میں نکولا کو منشیات کے جرائم میں جیل جانا پڑا۔ اس نے سوشل سیکیورٹی نمبر کے ہیر پھیر سے لاکھوں ڈالرز کا فراڈ بھی کیا۔ اُس کے قبضے سے سینکڑوں کی تعداد میں کریڈٹ اور ڈیبٹ کارڈوں کے علاوہ پانچ اور اہم شناختی اور تعارفی ڈاکومنٹ ملے۔ اس قسم کے جرائم کی بناء پر اُس نے قید اور جرمانے کی سزائیں بھگتیں۔ اُس پر 5 سال تک کمپیوٹر اور انٹرنیٹ وغیرہ تک رسائی پر پابندی عائد کی گئی۔ اس پابندی کی خلاف ورزی کی وجہ سے اُسے 27 ستمبر 2012ء کو حراست میں لیا گیا۔ نیویارک ٹائمز کے 28 ستمبر 2012ء کے پرچے میں، فیڈرل میجسٹریٹ سُوزن سیگل کے شائع ہونے والے ریمارکس میں نکولا بیسلی نکولا کو ''معاشرے کے لئے خطرہ'' (Danger to community) قرار دیا گیا۔ اس شاتم رسولؐ کے بارے میں یہ ریمارکس پڑھ کر، مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فارسی لغت کا یہ شعر یاد آ گیا ؎

طعنہ بر پاکاں نہ بر پاکاں بُوَد   خود کُنی ثابت کہ ہستی فاجرے

تشریحی ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے پاک اور مقبول انبیاء و مرسلین پر معترض ناقدین کے طعنے اطلاق نہیں پاتے۔ البتہ یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مخالفین خود فاسق و فاجر ہیں۔ اب ذرا اس فلم میں کئے جانے والے فراڈ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ یہ سچ ہے کہ چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ ''قدیم مصر'' پر بنائی جانے والی اس فلم کی عربی میں

''ڈبنگ'' کرتے وقت اس کے مکالمات تبدیل کردیئے گئے۔جون 2012ء میں اس فلم کو YouTube پر ڈالا گیا مگر بہت کم لوگوں نے اسے دیکھا۔ پھر اس محرّف و مبدّل ویڈیو کا عربی ترجمہ 11 ستمبر 2012ء کو ایک مصری ٹی وی'' الناس'' پر ڈالا گیا اور ایک آدھ دن میں کئی ملین لوگوں نے اس ناپاک فلم کو دیکھا۔اس کے بعد قاہرہ اور بن غازی میں مشتعل مظاہرین نے احتجاج کیا۔مصر اور لیبیا سے تشدّد کا یہ پیغام دوسرے مسلمان ممالک تک پہنچا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں تیس کے لگ بھگ لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔املاک کا نقصان لاکھوں ڈالروں تک جا پہنچا۔

یہ بات بھی نوٹ کر لیجئے کہ جون 2012ء میں اس فلم کے انگریزی ورشن کو ہالی وُڈ کے ایک چھوٹے سے سینما میں دکھایا گیا۔اس کی تشہیر'' اُسامہ بن لادن کی معصومیت'' کے نام سے کی گئی۔ پوسٹرز میں'' اُسامہ بن لادن'' کی تصویر نمایاں کی گئی۔اس فلم کا دورانیہ ایک گھنٹہ تھا۔کہا جاتا ہے کہ اس کی نمائش کا بندوبست ایک مصری نژاد امریکی نے کیا جس کی حفاظت پر دو مصری محافظ ہمہ وقت کمر بستہ رہے۔جولائی 2012ء میں اس فلم کے بعض ٹکڑے یوٹیوب پر ڈالے گئے۔اس ٹریلر کا دورانیہ صرف چودہ منٹ تھا۔اب اس فلم کو ایک نیا نام دیا گیا۔ "Innocence of Muslims" (مسلمانوں کی معصومیت)۔یہ ہے'' صحرائی جنگجو'' کا '' مسلمانوں کی معصومیت'' تک کا ارتقائی سفر!! ارتقائے معکوس!!

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اس ناپاک ویڈیو سے مشتعل ہو کر احتجاج میں شرکت کرنے والے مظاہرین میں سے تقریباً 30 افراد مارے گئے۔ان میں سے کسی ایک مقتول کا نام بھی کسی کو یاد نہیں۔البتہ اب بھی اس شیطانی ویڈیو کے حوالے سے ایک بدرُوح کے نام کا ہر سُو چرچا ہے یعنی نکولا بیسلی نکولا ع

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا!

شر انگیز فلم کا اصل مقصد و مدعا۔۔۔اسلام دشمنی

اس بات میں ذرا سا شبہ نہیں کہ اس ناپاک فلم کا اصل مقصد و مدعا اسلام دشمنی ہی ہے۔دینِ اسلام کے بدخواہ، مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کے لئے قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر سُوقیانہ حملے کرتے ہیں۔ایسے حملوں کا سلسلہ ابتدائے اسلام سے جاری ہے۔چار صدیوں پر پھیلی ہوئی چھ صلیبی جنگوں کے بعد اس پالیسی میں ایک شدّت آ گئی اور اب ایک دو صدیوں سے اس نے مُہم کی ہیئت اختیار کر لی ہے۔یہودیت، عیسائیت، ہندوازم وغیرہ مذاہب اسلام کو اپنا حریف سمجھتے ہیں۔دہریت کوئی مذہب نہیں مگر اس نے بھی اپنا وزن اسی پلڑے میں ڈال دیا ہے۔سیکولر سوچ کے حامل لوگوں نے چند صدیاں قبل یورپ میں مسیحی چرچ کو سیاسی اقتدار سے بے دخل کیا اور چرچ اور ریاست کو ہمیشہ کے لئے الگ الگ خانوں میں ڈال دیا۔یہی عناصر اور اُن کے حاشیہ نشین، ساری دنیا میں پکّے ارادے اور گہری منصوبہ بندی کے ساتھ آزادی اظہار کا سہارا لے کر مذہب پر حملے کر رہے ہیں۔اور انبیاء و مرسلین کا مذاق اُڑاتے ہیں۔موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور تورات میں مذکور دیگر پیغمبروں کو رسماً سچا نبی اور رسول ماننے کے باوجود پھر بھی ان پر پھبتیاں کستے ہیں۔یہ سُنی سنائی باتیں نہیں۔میں نے خود ان کی تحریریں، ریمارکس اور خاکے دیکھے ہیں۔یہ ظالم حضرت نبی کریم ﷺ کو خدا کا فرستادہ نہیں مانتے۔یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کی توہین انبیائے سابق سے بھی بڑھ کر کرتے ہیں۔چونکہ مسلمانوں کی طرف سے شدید ردّعمل ہوتا ہے۔اس پر اُنہیں اسلام کو مزید بدنام کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مغرب میں وقفے وقفے سے یہ نمرودی آگ بار بار روشن کی جاتی ہے۔

دورِ حاضر کی نئی ایجادات اور جدید ذرائع ابلاغ کی بدولت، اس فتنہ کی زہرناکی میں بے حد و حساب اضافہ ہوا ہے۔سوڈیڑھ سو سال قبل کتابوں اور رسالوں کے ذریعے مخالفین اور ناقدین اسلام کے خلاف زہر پھیلایا کرتے تھے۔ایسی ہر کتاب کی اشاعت ہزار دو ہزار تک محدود رہتی تھی اس دور میں اخبار و جرائد کی سرکولیشن بھی آج کی طرح millions میں نہیں ہوا کرتی تھی اور پھر اس طرح شائع ہونے والا زہریلا مواد خواندہ طبقے کے ایک حصے تک محدود رہتا تھا۔1897ء میں احمد شاہ فائق عیسائی نے ایک دل آزار کتاب'' امہات المومنین'' لکھی اور اس کی ایک ہزار کاپیاں دل آزاری اور اشتعال انگیزی کے لئے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔1927ء میں کسی بدزبان پنڈت نے'' ایم اے چوپتی'' کے قلمی نام سے اس سے بھی زیادہ دل آزار کتاب'' رنگیلا رسول'' لکھی۔اس کے مندرجات سے مشتعل ہو کر غازی علم الدین نے اس کتاب کے پبلشر راج پال کو 1929ء میں لاہور میں قتل کر دیا۔دل آزاری کا یہ سلسلہ رُکا اور تھما نہیں۔اس کتاب کے بعد ایک میگزین'' ورتمان'' میں اس سے بھی زیادہ دل آزار مضمون شائع ہوا۔1988ء میں احمد سلمان رشدی کے ناول The Satanic Verses سے اشتعال پھیلا۔اگرچہ اس ضخیم ناول کے چند صفحات میں بعض امہات المومنینؓ اور سلمان فارسیؓ وغیرہ صحابہ کا ذکر ہے۔ان مندرجات ہی سے دل پر چُھریاں چل جاتی ہیں۔اس کتاب پر مسلم ملکوں میں احتجاج کیا گیا۔امام خمینی نے رُشدی کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔اس کے بعد بنگلہ

دیش کی ایک کالم نویس اور مصنّفہ تسلیمہ نسرین نے 1994ء میں ایک ایسا ناول ''لجّا'' لکھا۔ اُسے بھی جان بچانے کے لئے ہندوستان اور وہاں سے سویڈن بھاگنا پڑا۔ یورپ اور امریکہ میں رہنے والے متعصّب مسیحی متاداور مرتدین کی طرف سے ایسا زہریلا مواد کتابوں، اور مضامین کی شکل میں تسلسل سے شائع ہو رہا ہے۔ مگر کوئی نئی بات نہیں ہے۔ وہی پرانی بدبودار شراب نئی بوتلوں میں ڈالی جارہی تھی۔ اشتعال انگیز کارٹون اور خاکے ایک نیا اضافہ ہیں مگر ان کے موضوعات بھی پرانے اعتراضات سے اخذ کئے گئے ہیں۔ 2006ء میں ڈنمارک میں یہ ایسے خاکے شائع کئے گئے۔ جب مسلم دُنیا میں احتجاج ہوا تو یہی خاکے بار بار یورپی ممالک کے اخبارات نے بھی چھاپے۔ حال ہی میں پیرس کے ایک رسالے نے بعض ایسے ہی دل آزار کارٹون شائع کئے ہیں مگر "Innocence of Muslims" ویڈیو ان سب کو پیچھے چھوڑ گئی ہے۔

کتابیں، رسالے اور اخبارات بہت کم لوگ پڑھتے ہیں۔ اب انٹرنیٹ، فیس بک، ٹویٹر، یوٹیوب وغیرہ جدید ایجادات سے ہزاروں لاکھوں تک رسائی ہو جاتی ہے۔ نئی ٹیکنالوجی نے فُحش اور جھوٹ کی اشاعت کو بھی آسان بنا دیا ہے۔ صدیوں سے ایسے حملے کئے جا رہے ہیں۔ ایسی ذلیل اور ناپاک جسارتوں سے دینِ حق کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

قرآن کریم نے منکرین کی زبانوں اور ہاتھوں سے انبیاء و مرسلین کے استہزاء کے پرانے مرض کا ذکر کیا ہے۔ شیطان ہر دَور میں، اپنے چیلوں کو اس زہر افشانی کے لئے ابھارتا رہا۔ خدشہ ہے کہ آئندہ بھی، بدفطرت لوگوں سے اس قسم کی ناپاک حرکات صادر ہوتی رہیں گی مگر اس سے حضرت نبی کریم ﷺ کی شانِ رسالت، مقامِ خاتمیت، اور فیضِ رحیمیت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ دشمنانِ اسلام ہمیشہ اپنے ناپاک عزائم و مقاصد میں ناکام و نامراد مریں گے!!

نکولا کی فلم۔ جھوٹ کا دجّالی پلندہ

زیرِ نظر ویڈیو جھوٹ کا ایک نفرت انگیز پلندہ ہے۔ یہ مصری نژاد قبطی مسیحی، صرف ایک کذاب ہی نہیں تاریخِ اسلام کی الف بے سے بھی ناآشنا ہے۔ اگر کسی حد تک واقفیت رکھتا ہے تو پھر پرلے درجے کا بددیانت ہے جس نے بدنیتی سے ٹھوس اور مسلّمہ تاریخی حقائق کو مسخ کیا ہے۔ بعض واقعات پر قرآن مجید کی آیات گواہ ہیں۔ دیگر واقعات پر سیرت کی مستند کتابوں اور احادیث کے مجموعوں کے مندرجات کی شہادت موجود ہے۔ اوسط درجے کی ذہانت کے مالک شخص سے بھی اس قسم کی رسوا کُن علمی لغزشیں سرزد نہیں ہوسکتیں۔ اس شخص نے اپنے لئے "Sam Becile" کا قلمی یا فلمی نام پسند کیا ہے۔ کسی صاحبِ ذوق نے اس نام میں ایک اصلاح تجویز کی ہے۔ "Sam Imbecile"۔ یہ ترمیم نہایت مناسبِ حال ہے۔ انگریزی میں ''فاتر العقل'' کے لئے Imbecile کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کذب و افتراء اور خیانت پر مشتمل اس ویڈیو کے فلم ساز یا ڈائریکٹر پر یہی لفظ چسپاں ہوتا ہے۔ اس ویڈیو میں، بڑی ڈھٹائی سے بار بار حقائق کو مسخ کیا گیا اور عمداً کذب بیانی و افتراء پردازی کو اپنی پالیسی بنایا گیا ہے۔ بطور ثبوت چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

1۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت نبی کریم ﷺ کی ولادت اور رضاعت

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے سیاسی ماحول میں حلیف قبائل اور خاندانوں کے معاہدے، میثاق، حلف اور رشتے ناطے غیر معمولی اہمیت کے حامل ہوتے تھے۔ جناب عبدالمطلب رئیس مکّہ بنی زہرہ سے اسی قسم کے مضبوط تعلقات کے خواہاں تھے۔ اس مقصد کے پیش نظر، انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کی شادی خاندانِ بنو زہرہ میں آمنہ بنتِ وہب سے کی۔ اس رشتہ داری کو مزید مضبوط بنانے کے لئے عبدالمطلب نے اس موقع پر اپنی شادی، حضرت آمنہ کی چچازاد بہن، ہالہ بنت وہیب سے کر لی۔ جناب ہالہ کے ہاں حضرت حمزہ پیدا ہوئے اور حضرت آمنہ کے بطن سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔ اس زمانے میں قریش اور دیگر عربوں میں کسی ایک تقویم اور کیلینڈر کا رواج نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خاندانِ بنی ہاشم کے ان شہزادوں کی تاریخ ولادت معین رنگ میں محفوظ نہیں۔ ہاں ایک بات واضح طور پر مذکور و مشہور ہے کہ ان دونوں بچوں کو ایک ہی خاتون، ثویبہ، نے دُودھ پلایا اور ابتدائی پرورش کی۔ اس حوالے سے یہ چچا اور بھتیجا یعنی حمزہؓ اور حضور ﷺ ''رضاعی بھائی'' بھی بن گئے۔ اس وجہ سے حضور کو حضرت حمزہؓ سے گہری محبت تھی اور ان کے قبولِ اسلام اور اس کے بعد راہِ حق میں اُن کی گرانقدر خدمات کی وجہ سے مزید گہری ہوتی چلی گئی۔ مگر بدبخت فلم ساز نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت حمزہ، حضور سے 6 سال قبل پیدا ہوئے۔ حضورؐ کی ولادت کو نعوذ باللہ مشکوک بنانے کے لئے یہ کذب بیانی کی گئی ہے۔ مورخین اور سیرت کے ماہرین نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ، حضرت نبی کریم ﷺ کی ولادت سے چند ماہ قبل وفات پا گئے۔ مگر فلمساز دونوں کی عمر میں 6 سال کے فرق پر مصر ہے۔

اگر دو افراد کی ایک ہی وقت میں شادی اور رخصتی ہو۔ اور دونوں ایک ہی وقت میں اپنی ازواج سے خلوت و قربت بھی کر لیں، تب بھی ضروری نہیں کہ دونوں کے ہاں ایک ہی وقت

میں ولادت ہو۔ بعض عوامل کی بناء پر ان کے ہاں ولادتوں میں چند ہفتوں، مہینوں کا بھی فرق ہوسکتا ہے۔ مگر ہم اس حقیقت کو کہاں لے جائیں کہ حمزہ اور رسول کریم ﷺ کو طفولیت کے ابتدائی دَور میں ایک ہی خاتون نے دودھ پلایا۔ چند دنوں یا ایک دو ماہ کا فرق تو سمجھ میں آجاتا ہے۔ مگر ایک 6 سالہ بچے کا ایک نومولود کے ساتھ ایک ہی عورت کے دودھ سے پرورش پانا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ چونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اس لئے ہم اس دروغ بےفروغ کو پورے زور سے ردّ کرتے ہیں۔

2۔ ورقہ بن نوفل اور قرآن مجید

بعثتِ نبویؐ سے کچھ عرصہ قبل، حضور ﷺ تحنُّث (عبادت، غوروفکر اور مراقبہ) کے لئے غارِ حرا تشریف لے جایا کرتے تھے۔ کُتب واحادیث میں پہلی وحی کے نزول کا واقعہ تفصیل سے درج ہے۔ حضرت جبریلؑ نے حضور ﷺ کو سورۃ العلق کی ابتدائی آیات دُہرانے کے لئے کہا۔ ''اقـــراء'' کا لفظ جناب روح الامین کو دو تین بار دُہرانا پڑا۔ حضور نے جواب میں مَا أَنَا بِقَارِیٍٔ کہا تو جبریلؑ نے سینے سے لگا کر کسی قدر بھینچا تو حضورؐ کی زبان پر وہ آیات جاری ہوگئیں۔ وحی الٰہی کے اس پہلے تجربے کے بعد حضورؐ گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ، خدیجہؓ سے کمبل میں لپیٹنے کے لئے کہا اور اپنے تجربے کی تفصیل سنائی۔ حضرت خدیجہؓ نے تسلی دی اور کچھ دیر بعد اپنے عم زاد ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے حضور ﷺ سے محبت آمیز گفتگو کرتے ہوئے درج ذیل نکات بیان کئے:

i۔ غارِ حرا میں ظاہر ہونے والا فرشتہ وہی ''ناموس'' ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوا۔

ii۔ حضورؐ کے منصبِ رسالت پر سرفراز ہونے کے حوالے سے قریش کی متوقع مخالفت کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اگر میں زندہ رہا تو آپ کی مدد کروں گا جب قوم آپ کو یہاں سے نکالے گی۔

بعض کتابوں میں یہ بھی درج ہے کہ ورقہ بن نوفل نے حضورؐ کی پیشانی کو چوما اور اپنی محبت کا اظہار کیا۔ یہ واقعات سیرت وحدیث کی کتابوں میں درج ہیں۔ 55 سالہ مصری نژاد قبطی مسیحی، نے ان واقعات اور مکالمے کا اپنی فلم میں ذکر تک نہیں کیا۔ البتہ حضرت خدیجہؓ کے کہنے پر ورقہ بن نوفل سے کہلوایا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی تائید کے لئے قرآن کو مدوّن و مرتب کریں گے اور اس مقصد کے لئے تورات اور انجیل کی آیات وعبارات سے استفادہ کریں گے!! مگر عجیب بات ہے کہ فلم میں جلد ہی ورقہ بن نوفل کی وفات کا ذکر کردیا گیا گویا تبلیغِ اسلام کے ابتدائی دَور ہی میں وہ فوت ہوگئے اور قرآن کریم کا ''نسخہ'' تیار کرنے کا مرحلہ نہ آیا۔

قرآن کریم کے بارے میں اکثر مستشرقین یہی اعتراض بار بار دُہراتے ہیں کہ قرآن مجید کو تورات وانجیل سے اخذ کیا گیا ہے اور نعوذ باللہ حضورؐ نے خود لکھا اور لکھوادیا۔ بعض ورقہ بن نوفل، عداس (حضرت یونسؑ کا پیروکار)، سلمان فارسی وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ بعض بعثتِ نبوی سے قبل، شام کے تجارتی سفروں میں عیسائی راہبوں سے ملاقاتوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ یہ دراصل قرآن کریم کی معجزانہ شان کے مقابلے میں اُن کی ہزیمت اور پسپائی کا اعتراف ہے۔!!

سردارانِ قُریش اور کفارِ مکہ بھی اسی طرح آیاتِ قرآنی سے مرعوب اور مبہوت تھے۔ وہ بھی حضورؐ پر ساحر اور شاعر ہونے کا الزام لگاتے رہے مگر زبان کے کلچر کے باوجود قرآن مجید کی ایک سورت کی مثل بھی لانے سے قاصر رہے۔

علوم ومعارف، شوکتِ کلام، معجزانہ اسلوب، عدم تناقض، متن کی حفاظت کا الٰہی وعدہ، پیشگوئیوں کی عظمت، اثر انگیزی، اور اسی قسم کے دوسرے فضائل ومناقب قرآن مجید کو ایک لاجواب کتاب بنادیتے ہیں!

3۔ حضرت زینب بنتِ جحش کی طلاق کا واقعہ

اُمّ المؤمنین زینب بنتِ جحش حضور ﷺ کی پھوپھی اُمیمہ بنتِ عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ ان کا بچپن اور بلوغت تک پہنچنے کا زمانہ حضورؐ کی آنکھوں کے سامنے گزرا۔ اسی طرح زید بن حارثہ کا بچپن اور شباب حضور کے گھر گزرا۔ زید حضورؐ کے متبنّٰی تھے اور اس وقت کے دستور کے مطابق ''زید بن محمد'' مشہور ہوئے۔ حضورؐ کی ہی تجویز اور تحریک پر حضرت زینب سے ان کی تزویج ہوئی۔ حضرت زینبؓ کو زید بن حارثہ کے عربی النسل ہونے کے باوجود آزاد کردہ غلام ہونے کی وجہ سے شادی سے انقباض تھا مگر قرآنی آیت کے نزول کے بعد مان گئیں (سـورۃ الـاحـزاب آیت 37)۔ مگر زیدؓ کا اُن سے نباہ مشکل ہوگیا اور ایک سال کے بعد ہی دونوں کی راہیں جُدا ہوگئیں۔ جب حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق

دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضورؐ نے اُنہیں سمجھایا اور ایسا کرنے سے بار بار روکا۔قرآن کریم کی آیت اس پر گواہ ہے، (سورة الاحزاب آیت 38)۔حضورؐ بلند و پست،اسود و احمر اور غریب و امیر کے درمیان اخوت اور مساوات کے اسلامی تصور کو مضبوط کرنا چاہتے تھے اور اسی مقصد کے لئے خاندانِ رسالت سے یہ مثال پیش فرمائی۔5ہجری میں حضرت زیدؓ نے طلاق دے دی۔عدّت گزرنے کے بعد وحیِ الٰہی کے تحت حضورؐ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کرلیا۔بلکہ قرآنی آیت میں اس نکاح کو خدائی فعل قرار دیا گیا ہے۔

زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ ....(سورة الاحزاب آیت 38)۔اسی بنا پر حضرت زینبؓ کہا کرتی تھیں کہ اُن کا نکاح آسمان پر مُنعقد ہوا ہے۔

حضرت زینب بنتِ جحش سے حضورؐ کے نکاح کے حوالے سے حیات النبی ﷺ پر،ہر اسلام دشمن کتاب میں لازماً کچھ نہ کچھ لکھا گیا ہے۔اس ویڈیو میں بھی یہی تاثر دیا گیا ہے کہ حضورؐ زینبؓ کے حُسن پر فریفتہ ہوگئے اور زیدؓ نے اُنہیں طلاق دے کر حضورؐ کے لئے آسانی پیدا کردی۔اس جھوٹے افسانے میں ذرا بھر صداقت نہیں۔جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے،حضرت زینبؓ کا بچپن، بلوغت اور شباب حضورؐ کی آنکھوں کے سامنے گزرا۔ظہورِ اسلام کے بعد ان کا خاندان اسلام سے وابستہ ہوگیا۔حضورؐ نے ان سب کی تربیت فرمائی۔اگر حضورؐ چاہتے تو زینبؓ سے نکاح کرسکتے تھے۔عرب معاشرے میں ''بنتِ عم'' سے نکاح نہایت پسندیدہ رشتہ سمجھا جاتا تھا اور اس کا رواج تھا۔مگر حضورؐ نے خود اُن کی شادی زید بن حارثہ سے کروائی۔

حضرت زینبؓ سے علیحدگی کے بعد،حضورؐ نے حضرت زیدؓ کی شادی اُمّ ایمن سے کروادی۔اُن کے بطن سے حضرت اُسامہ پیدا ہوئے جن سے حضورؐ کو بہت محبت تھی۔کُتبِ سیرت میں ہمیں یہ منظر نظر آتا ہے کہ حسنؓ،حسینؓ کے ساتھ اُسامہؓ بھی ایک کمبل میں لپٹے ہوئے حضورؐ کی گود میں بیٹھے کھیل رہے ہیں۔حضرت زید بن حارثہ اسلامی لشکر کی کمان کرتے ہوئے جنگِ موتہ میں شہید ہوگئے۔باپ کی شہادت کے بعد،حضورؐ نے 17 سالہ اُسامہ بن زیدؓ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔اور اپنی آخری بیماری میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کی اوڑھنی کا پرچم اپنے ہاتھ سے تیار کرکے اُسامہؓ کو دیا!یہ کذاب مفسد فلم ساز،اُن مقدس وجودوں کے تقویٰ،تقدس اور بلند مقام کو سمجھنے کی استعداد سے محروم ہیں،جن کے نام کوثر و تسنیم سے دُھلے ہوئے ہیں!!

4۔ اُمّ المومنین صفیہ بنتِ حُیّی سے نکاح

حضرت زینب بنتِ جحش کی طرح،حضورؐ کی بائیوگرافی پر ہر اسلام دشمن کتاب میں حضرت صفیہ بنت حُیّی کے بارے میں بھی اسی قسم کے جھوٹے افسانے بڑھا چڑھا کر درج کئے گئے ہیں۔ہر حقیقت پسند اور دیانت دار مؤرّخ جانتا ہے کہ مدینہ اور خیبر کے یہود اسلام کے بدترین دشمن تھے۔انہی لوگوں نے کفارِ مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگوں پر اُبھارا۔جنگِ خندق (احزاب) کے موقع پر،حملہ آوروں سے ساز باز کرکے مدینہ کے اندر سے مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپنے کی منصوبہ بندی کی۔دو یہود قبیلے پہلے ہی جلاوطن ہوچکے تھے۔تیسرے کو اُن کے اپنے مقرر کئے ہوئے حَکم نے سزا سنائی۔ان کے خاتمے کے بعد بھی سکون نہ ہوا۔اب خیبر کے یہود مزید سرگرم ہوگئے۔اس علاقے میں ان کے متعدد مضبوط قلعے تھے۔7ہجری میں، جنگ خیبر میں اُن کے قلعے مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔ان کے عمائدین جنگی معرکوں میں مارے گئے۔اس وقت کے آئین جنگ کے مطابق، عورتیں قیدی بنالی گئیں۔خیبر کا سب سے مضبوط قلعہ قموص بھی اسی انجام کو پہنچا۔قلعہ کا رئیس کنانہ بن الربیع جو حضرت صفیہؓ کا شوہر تھا اپنے دوسرے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ جنگ میں مارا گیا۔حضرت صفیہؓ اور ان کی کزن بھی قیدی بنالی گئیں۔اس وقت کے رواج کے مطابق قیدی اہلِ لشکر میں تقسیم کردیئے گئے۔صفیہؓ،دحیہ کلبی کو ملیں۔کسی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ صفیہ دودھیال اور ننھیال دونوں طرف سے یہود کے دو قبائل بنونضیر اور بنوقریظہ کی شہزادی ہیں وہ حضورؐ کے لائق ہیں۔ان کے لئے کنیز بن جانا بڑی ذلّت ہے۔حضورؐ نے انہیں بلا کر آزاد کردیا اور کہا کہ اگر وہ اپنے لوگوں میں واپس خیبر جانا چاہتی ہیں تو ایسا کرلیں۔اگر پسند کریں تو حضور سے نکاح کرسکتی ہیں۔حضرت صفیہؓ نے اپنی مرضی سے حضورؐ کے نکاح میں آنا پسند کیا (سیرت النبی ﷺ جلد اوّل، مصنفہ علامہ شبلی ' ناشر الفیصل لاہور، ایڈیشن 1991ء صفحہ 295,294) حضورؐ سے نکاح کے بعد،ان کے قبیلے کے بھی ریاستِ مدینہ سے خوشگوار تعلقات استوار ہوگئے تھے۔حضرت صفیہؓ کے نکاح کے بعد یہود اپنی ریشہ دوانیوں سے دستکش ہوگئے۔یہاں تک کہ بعض یہود نے مدینہ میں بود و باش اختیار کرلی۔نیز خیبر و فدک کے یہود سے بھی معاہدات ہوگئے اور امن کی ایک فضا قائم ہوگئی۔

ان حقائق کے برعکس،اس ظالم فلمساز نے یہ منظر پیش کیا ہے کہ صفیہؓ کے شوہر کنانہ بن الربیع کو رسیوں میں جکڑ کر کسی ستون یا درخت سے باندھا گیا اور حضورؐ کے حکم پر اُسے صفیہؓ کے سامنے قتل کردیا گیا۔حالانکہ سیرت و تاریخ کی مستند کتابوں میں یہ واقعہ بھی درج ہے کہ حضرت بلالؓ،صفیہؓ اور قیدی عورتوں کو میدان جنگ سے گزار کر لے آئے جہاں اُن کے

اعزہ واقارب کی لاشیں پڑی تھیں۔اس منظر کے باوجود حضرت صفیہؓ نے سکوت اور تحمل کا مظاہرہ فرمایا مگر دوسری عورتوں نے جزع فزع اور واویلا کیا۔اس کا علم ہونے پر حضورؐ نے جنابِ بلالؓ کو ان الفاظ میں سرزنش کی۔

''خدا نے تمہارے دل کو کب رحم کے جذبات سے محروم کردیا ہے۔تم ان عورتوں کو میدانِ جنگ کے بیچ سے کیوں گزار کر لائے ہو؟''

(The Wives of the Prophet Muhammad by Ahmad Thomson ناشر Ta-Ha Publishers ایڈیشن 2004 صفحہ 64)

جس مقدس رسولؐ کا قلبِ مُطہّر اتنا نرم اور حسّاس ہو وہ ہر گز کسی بیوی کے سامنے' اُس کے شوہر کو رسیوں سے باندھ کر قتل نہیں کرواسکتا۔

یہاں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضورؐ کی ازواج کو''اُمہات المومنین''(اہلِ ایمان کی مائیں) قرار دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اُن مقدس خواتینِ مبارکہ کی ذرا سی توہین بھی ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہوجاتی ہے۔چونکہ اُمہات المومنین نے اُمّت کی تربیت واصلاح کرنا تھی اور اُنہیں آنے والی نسلوں کے لئے اُسوۂ حسنہ کا مقام حاصل ہونا تھا،اس لئے حرمِ نبوی میں حضرت نبی کریم ﷺ نے محبت ودلداری کے ساتھ ساتھ،اُمہات المومنین کی تربیت واصلاح پر بھی نظر رکھی۔چونکہ ام المومنین صفیہؓ کا ذکر کیا جارہا ہے اس لئے ایک دو واقعات مختصراً عرض ہیں۔

ایک مرتبہ،حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہ کو''یہود کی بیٹی'' کہہ کر یاد کیا۔حضرت صفیہؓ نے رو کر حضورؐ سے شکایت کی۔حضورؐ نے صفیہؓ کی دلداری کرتے ہوئے فرمایا کہ ہارونؑ تمہارے باپ ہیں۔موسیٰؑ تمہارے چچا ہیں۔اور محمد رسول اللہؐ تمہارے شوہر ہیں۔ان میں ایسی کیا فضیلت ہے کہ تم سے حقارت سے پیش آئیں۔اس کے بعد حضرت حفصہؓ کو نصیحت فرمائی کہ بی بی خُدا سے ڈرو!(ایضاً The Wives of the Prophet Muhammad صفحہ 67)

ایک اور موقعہ پر حضرت عائشہؓ نے حضرت صفیہؓ کے قد وقامت کے متعلق کوئی جملہ کہا۔حضور ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی۔حضور ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اُسے سمندر میں ڈالا جائے اُسے بھی گدلا کردے''

(ازواجِ مُطہرات از حافظ حقانی میاں، ناشر دارالاشاعت ایڈیشن،1998 صفحہ193,192)

یہ گریہ اور ماتم کا مقام ہے کہ عقل کے اندھوں کو اس مقدس ومطہر ماحول میں جنسی لذّت کی تسکین کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا۔یہ ان لوگوں کا قصورِ فہم ہے جو غلاظت کے ڈھیر کے اندر رہتے ہیں اور خود کو اس''گنبدِ آبگینہ جُو'' کی کہکشاں کے سیارے گردانتے ہیں!!

ناپاک فلم پر ردّعمل کا تجزیہ

جس مسلمان نے بھی اس ناپاک فلم کو دیکھا اُس کے دل پر چھریاں چل گئیں۔جس نے اس کا ذکر سُنا وہ تڑپ اُٹھا۔اُمتِ مسلمہ میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔مسلمان سراپا احتجاج بن گئے۔احتجاج ریکارڈ کرانا ان کا حق تھا۔افسوس کہ پُرامن احتجاج کی نوبت بہت کم آئی۔اکثر ملکوں میں احتجاج کے نام پر مظاہرین حدود سے تجاوز کرگئے۔بیس کے لگ بھگ ملکوں میں احتجاج ہوا۔مصر،لیبیا اور تیونس کے علاوہ پاکستان،افغانستان،سوڈان،بحرین،ملائیشیا،انڈونیشیا اور نائیجیریا میں مظاہرین نے احتجاج کیا۔انڈیا،اسرائیل،سری لنکا اور فلپائن وغیرہ غیر مسلم ممالک میں بھی احتجاج کیا گیا۔26 لوگ مظاہروں میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور 134 زخمی ہوئے۔پہلا مظاہرہ مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں ہوا۔مشتعل لوگ امریکی سفارت خانے کی دیواریں توڑ کر اندر گُھس گئے مگر سفارتی عملہ محفوظ رہا۔لیکن لیبیا کے شہر بن غازی میں،القاعدہ کے حلیف،انصارالشریعہ،کے جنگجوؤں نے امریکی سفیر Chris Stevens اور تین اور سفارت کاروں کو قتل کردیا۔سفارت کاروں کا قتل' بین الاقوامی قانون کے علاوہ اسلامی روایات اور حضرت نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی بھی خلاف ورزی ہے۔صلح حدیبیہ سے قبل' حضرت عثمانؓ سفیرِ اسلام کے اہلِ مکہ کے ہاتھوں قتل کی افواہ پر' حضورؐ نے اہلِ مکہ کو اس جُرم کی سزا دینے کے لئے 1400 مسلمانوں سے موت پر بیعت لی تھی۔بعد میں یہ افواہ غلط ثابت ہوئی۔اور صلح حدیبیہ کے معاہدے کے بعد حضورؐ اور صحابہ مدینہ واپس ہوئے۔احتجاج کے نام پر تشدّد اور قانون شکنی کے واقعات پاکستان میں دیکھنے میں آئے۔خاص طور پر پاکستان کے چار بڑے شہروں' اسلام آباد،کراچی،لاہور اور پشاور میں احتجاج اور محبتِ رسولؐ کے نام پر،مظاہرین سے غیر اسلامی حرکات صادر ہوئیں۔21 ستمبر کو حکومت پاکستان نے یومِ عشقِ رسولؐ منانے کے لئے عام تعطیل کا اعلان کیا۔اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر مظاہرین میں ڈنڈا بردار غنڈے بھی گُھس گئے۔القاعدہ اور دیگر کالعدم تنظیموں کے جنگجو اپنے اپنے جھنڈے لہراتے ہوئے شامل ہوئے۔نظم وضبط کی نگرانی کرنے والے موقع سے غائب تھے۔اس ماحول میں

احتجاج کے نام پر مظاہرین نے فساد برپا کردیا۔اس فتنے کے اکثر مناظر TV کی سکرین پر نشر ہوئے اور اہلِ مغرب کو اسلام کو بدنام کرنے کا بہانہ مل گیا۔ لِـلّٰـه خُد الگتی کہیئے کہ کیا درج ذیل افعال وحرکات کو ''عشقِ رسولؐ '' سے ذرا سی بھی نسبت ہے؟

1۔نجی اور سرکاری املاک کی توڑ پھوڑ اور تباہی و بربادی' املاک اور معیشت کے نقصان کا محتاط اندازہ 76 بلین روپے لگایا گیا ہے

2۔پولیس کی چوکیوں کا جلاؤ اور گھیراؤ' پولیس کی گاڑیوں کے بونٹ کھول کر اُنہیں نذرِ آتش کرنا

3۔بنکوں کے شیشے توڑنا، A.T.M مشینوں کو توڑ کر لوٹ مار کرنا

4۔دکانوں کے شٹر توڑ کر لوٹ کا مال کاندھوں پر لاد کر لے جانا۔ٹی وی نے اس لوٹ مار کے مناظر بھی دکھائے۔بجلی کے پنکھے۔تکیے، گدّے،غرض جو کچھ ان'' عاشقانِ رسولؐ'' کے ہاتھ لگا'' تبرّک'' سمجھ کر لے اُڑے!

5۔کراچی میں پانچ اور پشاور میں دو سینما گھروں کو آگ لگا دی گئی اور ان کا جو سامان ہاتھ لگا'' مالِ غنیمت'' قرار پایا۔ان میں سے ایک دو سینما ہاؤس'' اسلام دوست'' تھے۔وہ 12 ربیع الاول کو' یوم میلاد کا اہتمام کرتے۔سبیلیں لگاتے۔نعت خوانوں کی تواضع کرتے۔مگر اُس دن مشتعل مظاہرین نے انہیں بھی پھونک دیا ؏

مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نے نوازی

6۔مرکزی کابینہ میں' ریلوے کے وزیر' غلام احمد بلور صاحب نے اس شخص کیلئے جو اس وڈیو کے فلمساز کو قتل کرے، ایک لاکھ ڈالر اپنی جیبِ خاص سے بطور انعام عطا کرنے کا اعلان فرمایا۔بلکہ دو کالعدم تنظیموں' القاعدہ اور طالبان سے اپیل کی کہ از راہِ کرم وہ یہ کام کر دیں اور انعام حاصل کریں۔بلکہ وزیر صاحب نے یہ بھی اعلان کیا کہ آئندہ بھی جو فلمساز ایسی فلم بنائے ،اس کے قاتل کو بھی اتنی ہی رقم انعام میں دی جائے گی!!

7۔توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کے بعض خاص واقعات کی خبریں بھی نشر ہوئی ہیں۔صوبہ خیبر پختونخواہ کے شہر مردان میں واقع چرچ جلا دیا گیا۔صوبہ کے صدر مقام پشاور میں پارک سے نصب شُدہ بچوں کے جُھولے بھی توڑ پھوڑ سے تباہ کر دیئے گئے۔گاڑیاں، پٹرول پمپ، دکانیں جو کچھ سامنے آیا تہس نہس کر دیا گیا۔لیکن غلام احمد بلور صاحب فرماتے ہیں: '' املاک کو جلانے والا پختون نہیں ہوسکتا''۔اس دعویٰ کو کون مانے گا؟

8۔'' یومِ عشقِ رسولؐ '' کے موقع پر علماء کرام نے بھی اہلِ اسلام اور ان کے حکمرانوں کو'' قیمتی مشورے'' دیئے۔انہیں پڑھ لیجئے لیکن یہ غور نہ کیجئے کہ اگر ردّ عمل میں امریکہ اور مغربی ممالک بھی اسی قسم کے فیصلے کریں تو پاکستان کے نفع ونقصان کا گوشوارہ کون بنائے گا؟

(i) امریکہ اور مغربی ممالک کو تیل کی سپلائی مکمل طور پر بند کر دی جائے

(ii) امریکی اور مغربی ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کر کے ان کے سفیروں کو پاکستان اور دوسرے ممالک سے نکال دیا جائے۔

(iii) امریکی اور مغربی ممالک کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے

(vi) عرب ممالک کے ملوک اور شیوخ امریکی اور مغربی بنکوں سے تمام رقوم نکلوالیں

(v) مسلم ممالک موجودہ اقوام متحدہ سے تعلق منقطع کرلیں اور مسلم ممالک کی اقوام متحدہ الگ بنائیں

بعض علماء نے تو'' تیسری عالمگیر جنگ'' چھیڑنے کی بھی دھمکی دی۔دو تین نے تو پاکستان کے'' ایٹمی اثاثوں'' کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی کہا'' ہم ایٹم بم چلادیں گے'' مجھے ان '' ذہین وفطین'' اور'' عالمی سیاست پر گہری نظر رکھنے والے'' علماء کے بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ کی حدیث کے یہ الفاظ یاد آ گئے عُـلَـمَـآءُ هُـمْ شَـرُّ مَـنْ تَحْـتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ (مشکوٰۃ کتاب العلم) یعنی اس دَور میں مسلمانوں کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے!!

آزادیٔ اظہار اور دوہرا معیار

نکولا بیسلی نکولا کی ناپاک فلم چونکہ امریکہ میں بنائی گئی تھی' اس لئے مسلم ممالک کے مظاہرین نے امریکی حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس فلم کو ضبط کیا جائے ،اور اسے یُو ٹیوب سے

نکالا جائے، نیز فلم کے بنانے والوں کا محاسبہ کیا جائے۔اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں مسلم ممالک کے لیڈروں نے توہینِ رسالت کی روک تھام کے لئے قانون سازی کرنے کا مطالبہ بھی کیا۔صدر اوبامہ اور دوسرے حکام نے اس حوالے سے امریکی پوزیشن واضح کرنے کی کوشش کی۔صدر اوبامہ نے اقوامِ متحدہ میں تقریر کرتے ہوئے اس فلم کی مذمت کی۔اسے ایک ظالمانہ اور گھٹیا فعل قرار دیا۔مگر ساتھ ہی کہا کہ آزادئ اظہار کے قانون کی وجہ سے اُن کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔اس فلم پر نہ پابندی عاید کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اسے یوٹیوب سے نکالا جاسکتا ہے۔مغربی ممالک بھی امریکہ کی پیروی کرتے ہیں۔وہاں بھی کم وبیش یہی صورتِ حال ہے۔ بلکہ بعض مغربی ممالک ''آزادئ اظہار'' کے حوالے سے زیادہ جارحانہ پوزیشن رکھتے ہیں۔ڈنمارک کے ایک اخبار نے 2006ء میں حضرت رسالت مآبؐ کی شان میں بے ادبی کرتے ہوئے بعض خاکے شائع کئے تھے۔مسلم ممالک میں احتجاج کے بعد ضد میں تقریباً تمام یورپی ممالک میں اخبارات نے یہ خاکے شائع کئے۔اس ویڈیو کے بعد فرانس کے ایک رسالہ Charlie Hebdo نے حضرت نبی کریم ﷺ کی توہین پر مشتمل نئے کارٹون شائع کئے ہیں۔اس اشتعال انگیزی کے بعد ایڈیٹر نے ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ ''میں فرانس کے قانون کے ماتحت رہتا ہوں، قرآن کی شریعت کے ماتحت نہیں۔''

(Austin American-Statesman September 20, 2012, p. A-3)

اس کا مطلب تھا کہ مجھے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونے سے کوئی سروکار نہیں۔فرانس کا قانون چونکہ اُسے آزادئ اظہار کا حق دیتا ہے اس لئے وہ شُتر بے مُہار کا ہی رویہ اختیار کرے گا۔اس میگزین کے خاکوں کے حوالے سے فرانسیسی حکومت نے بھی یہ جارحانہ پوزیشن اختیار کی۔فرانس نے واضح کیا ہے کہ وہاں کسی بین الاقوامی قانون کو لاگو نہیں کیا جائے گا۔صرف مقامی یعنی ''لوکل لاء'' کو مانا جائے گا۔بین الاقوامی قانون کا صرف وہی حصہ نافذ کیا جائے گا جو ''لوکل لاء'' میں سمو لیا جائے گا۔سرکاری بیان کے ان الفاظ پر غور فرمایئے ''دوسرے مذاہب کے احترام کی طرح، آزادئ اظہار اور سیکولرازم فرانس کے بنیادی اصول ہیں''

اگر دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ''آزادئ اظہار'' کی برق صرف اسلام اور مسلمانوں پر گرتی ہے۔اسی ''آزادئ اظہار'' میں دوسرے مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے لئے آسانی سے نرمی کی گنجائش نکال لی جاتی ہے۔''ہالوکاسٹ'' کے سانحے پر ''ایمان'' لانا تو رات کا مطالبہ نہیں۔دوسری جنگِ عظیم کے دوران نازی افواج کی انسانیت سوز ظالمانہ کارروائی کا نام ہے۔مسلمان بھی اس کی مذمت کرتے ہیں تو وہ تصاویر دیکھ کر رویا بھی ہوں۔مگر یورپ اور امریکہ میں ''ہالوکاسٹ'' کا انکار یا اس کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار جُرم ہے جس کی سزا قید اور جُرمانہ ہے۔مغربی میڈیا اور دیگر اشاعتی ادارے' گوگل وغیرہ احتجاج اور دباؤ کے زیرِ اثر ''ناپسندیدہ'' مواد ہٹا بھی لیتے ہیں۔سطحِ سمندر پر چلنا حضرت عیسیٰؑ کا ایک مشہور معجزہ ہے جس کا تین اناجیل میں ذکر موجود ہے(متی باب14آیات26' 27' مرقس باب 6آیت 47' یوحنا باب 6آیت19)۔''انرجی ڈرنک'' کے ایک اشتہار میں حضرت عیسیٰؑ کو پانی پر چلتا دکھایا گیا ہے ان کا ساتھی کہتا ہے کہ یہ اس لئے پانی پر چل رہے ہیں کہ انہوں نے Red Bull پی ہوئی ہے۔اس پر شدید احتجاج ہوا اور اس دباؤ کے زیرِ اثر یہ اشتہار ہٹا لیا گیا۔وہاں کسی نے ''آزادئ اظہار'' کا نام تک نہیں لیا۔حالانکہ نکولا کی اشتعال انگیز فلم کے مقابلے میں یہ اشتہار ایک معمولی چیز ہے۔پھر ایک اور اشتہار میں ایک راہبہ (Nun) کو آئس کریم کھاتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔آئس کریم کھانا نہ گناہ ہے نہ جُرم۔اصل مصیبت یہ تھی کہ اس راہبہ کو حاملہ دکھایا گیا تھا۔چونکہ ہر نن کو عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور عقیدتاً اُسے حضرت عیسیٰؑ کی روحانی منسوبہ سمجھا جاتا ہے۔چنانچہ اس اشتہار پر بھی عیسائی دنیا میں احتجاج ہوا۔ویٹی کن یعنی پوپ کا مرکز بھی متحرک ہوگیا۔چنانچہ اس اشتہار کو بھی واپس لے لیا گیا۔کسی نے ''آزادئ اظہار'' کی دلیل نہیں دی۔اس کا نام تک نہیں لیا۔یہ آزاد اور مہذب دنیا یعنی یورپ اور امریکہ کے دوہرے معیار کا المیہ ہے۔

ان لوگوں کے ''دوہرے معیار'' کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی ایکٹر نے ''اُسامہ بن لادن'' پر بننے والی فلم میں کام کیا ہو اور وہ کسی مقصد کے لئے امریکہ وارد ہو تو اُس کی بھی ایئر پورٹ پر درگت بنائی جاتی ہے۔اس کی اس طرح جانچ پڑتال کی جاتی ہے گویا اُسامہ بن لادن بحیرۂ عرب سے زندہ ہو کر واپس آ گیا ہے۔ان کے تضاد اور دوہرے معیار کی یہ حالت ہے کہ امریکی قانون کے مطابق اگر کسی سینما یا تھیٹر میں لفظ ''Fire'' بآوازِ بلند کہہ دیا جائے تو یہ ایک ایسا جُرم ہے جس پر پولیس حرکت میں آجاتی ہے۔صرف اس بنا پر کہ یہ لفظ کہنے سے لوگ بے چین اور مضطرب ہو کر دوڑ پڑیں گے۔مگر ایک ایسی ناپاک فلم کو جس سے دنیا کے 56 ممالک میں بسنے والے ڈیڑھ بلین مسلمانوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی، ''آزادئ اظہار'' کے نام پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے!

امریکہ کا آئین 1787ء میں لکھا گیا ہے۔یہ ایک اچھا آئین اور دستور ہے۔مگر اس کے لکھنے والے انسان ہی تھے۔شکر ہے اس آئین کو ''وحی الٰہی'' کا درجہ نہیں دیا گیا۔اس میں

اب تک 27 ترامیم کی جا چکی ہیں۔ آخری ترمیم کی 7 مئی 1992 کو توثیق کی گئی۔ پہلی دس ترامیم، جن میں آزادیٔ اظہار کی ترمیم بھی شامل ہے Bill of Rights کہلاتی ہیں۔ اگر عوام اور اُن کے نمائندے چاہیں تو مزید ترامیم کا رستہ کھلا ہے۔ انبیاء ومرسلین کی توہین کو جُرم قرار دیئے جانے کی ترمیم کو آئین کا حصہ بنایا جاسکتا ہے۔ خدا کرے یہ ساعتِ سعد جلد آئے، آمین

فتنۂ توہین رسالت کے انسداد کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ توہین رسالت کا سلسلہ بعثتِ نبوی کے ساتھ ہی شروع ہوگیا تھا اور آنے والی صدیوں میں ایسی ناپاک جسارتیں رُکی اور تھمی نہیں۔ عہدِ حاضر میں ابلاغ کی نئی ایجادات کی بدولت اُن میں شدّت اور وسعت آگئی۔ خدشہ ہے کہ آئندہ بھی بدفطرت معاندین ایسی اشتعال انگیزی کے مرتکب ہوتے رہیں گے۔ ردِّعمل کا اظہار غیرت ایمانی کا تقاضا ہے مگر احتجاج کے نام پر اپنے ہی ملک میں املاک کی توڑ پھوڑ، جلاؤ گھیراؤ اور اپنے ہی شہریوں کی قتل وغارت غیر اسلامی حرکات ہیں۔ لیبیا، تیونس، پاکستان اور افغانستان میں جو کچھ ہوا اسے مغربی میڈیا نے اسلام کومزید بدنام کرنے کے لئے استعمال کیا۔

عالمِ اسلام سے دو تین معتدل آوازیں بھی بلند ہوئیں۔ ہم اُن کی قدر کرتے ہیں، مثلاً سعودی عرب کے مفتیِ اعظم نے کہا کہ احتجاج کے نام پر امریکی سفارت خانوں پر حملے غیر اسلامی فعل ہیں۔ مشہور مفکر جاوید غامدی صاحب اس نازک معاملے میں جماعت احمدیہ سے متفق نظر آتے ہیں۔ دُنیا چینل پر اظہار خیال کرتے ہوئے موصوف نے یہی نصیحت کی:

''صبر کے ساتھ اس مسئلہ کا جائزہ لینا چاہیئے اور امن کے دائرہ میں رہ کر احتجاج کرنا چاہیئے۔ تشدُّد اور قانون شکنی سے ہمارے دین اور ہمارے کاز کو نقصان پہنچے گا۔''

کاش ملائیشیا کی طرح پاکستان میں بھی احتجاج کا یہی شریفانہ طریق اختیار کیا جاتا۔ خبرنامہ BBC صفحہ اوّل مورخہ 17 ستمبر 2012ء کے مطابق ملائیشیا کی 16 غیر سرکاری تنظیموں نے بیس نمائندوں کا ایک وفد امریکی سفارت خانے بھیجا جس نے واضح کیا کہ اس اشتعال انگیز فلم کے ذریعے اسلام کی یہ توہین ناقابلِ قبول ہے۔

پاکستان کی حکمران پارٹی کی ایک سیاسی لیڈر، محترمہ شہلا رضا کا یہ بیان سماء چینل پر نشر ہوا ہے۔ حکومت نے جلوس نکالنے کے لئے ایک سڑک مخصوص کی اور یہ تجویز بھی دی کہ چار پانچ نمائندے دے دیئے جائیں جو امریکی قونصلیٹ جا کر احتجاج ریکارڈ کروائیں، مگر یہ لوگ نہیں مانے۔ کتنی معقول تجویز تھی جسے نظر انداز کر دیا گیا۔ خدمتِ دین کا جو ''ثواب'' جلاؤ گھیراؤ، توڑ پھوڑ اور قتل وغارت میں ہے وہ پر امن احتجاج میں کہاں!!

لیکن محبت رسولؐ سے سرشار ایک دل، نے بڑے سوز وگداز سے اپنے خطبات میں، افرادِ جماعت احمدیہ اور ان کی وساطت سے ساری امت مسلمہ کو درج ذیل امور کی طرف متوجہ کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

صبر وتحمل کے ساتھ پر امن احتجاج مسلمانوں کا حق ہے۔ قانون کو ہاتھ میں لئے بغیر احتجاج کیا جائے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کثرت سے درود بھیجا جائے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے تعارف کے لئے سیرت نبویؐ کے موضوع پر لٹریچر کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی جائے۔ (حضور نے اس حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ کی تصنیف ''لائف آف محمدؐ'' کا ذکر فرمایا جو'' دیباچہ تفسیر القرآن'' کا حصہ ہے۔ اسی طرح حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی کتاب ''سیرت خاتم النبیینؐ'' کا ذکر بھی کیا جس کا انگریزی ترجمہ دستیاب ہے۔)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی کثرت سے جلسے، سیمینار، اور انٹرفیتھ محافل کا انعقاد کیا جائے۔

مخالفین کی طرف سے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کے لئے اخبارات ورسائل میں تحقیقی مقالات، مضامین اور اعتراضات کا ردّ لکھا جائے۔

انٹرنیٹ اور دیگر جدید ذرائع ابلاغ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے حوالے سے مواد ڈالا جائے۔ تا ان ذرائع سے استفادہ کرنے والوں تک بھی صحیح پیغام پہنچ جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں دنیا کے مشہور مفکروں، مصنفوں اور لیڈروں کے ان اقوال اور اقتباسات کو یکجا فرمایا، جن میں

ان سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔حضور نے اس خطبہ کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے بکثرت تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔
حضور نے جماعتِ احمدیہ کے وکلاء کو ''آزادیٔ اظہار'' کے قانون کا تنقیدی جائزہ لینے کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔نیز فرمایا کہ دنیا بھر کی عدالتوں سے اس حوالے سے فیصلوں کی نظیریں جمع کر کے وکلاء اس بات کا جائزہ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے کیا اقدامات کئے جاسکتے ہیں۔حضور نے مختلف ممالک کے احمدی وکلاء کے درمیان اس مواد کا تبادلہ کر کے ایک متفقہ لائحہ عمل تیار کرنے کا حکم دیا ہے۔غیر از جماعت وکلاء نے بھی برملا اظہار کیا ہے کہ قانونی بنیادوں پر یہ کام صرف جماعت احمدیہ کے وکلاء ہی سرانجام دے سکتے ہیں۔کوئی اس کا اعتراف کرے یا نہ کرے یہ بھی خلافتِ احمدیہ کی برکت ہے!
حضور نے ایک تازہ خطبہ میں مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کی سیاسی شخصیات اور ان لوگوں کو جو سیاست دانوں اور اربابِ بست وکشاد کے قریب ہیں' کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے بین الاقوامی سطح پر ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے لئے آزادیٔ اظہار کے قانون میں ترمیم واصلاح کی گنجائش نکالنے کے لئے جدّ وجہد کریں۔اس حوالے سے کئی مسلم ممالک کے سربراہ بھی آواز بلند کر چکے ہیں۔ترکی کے وزیر اعظم' طیب اُردگان، مصر کے صدر' محمد مُرسی، یمن کے صدر' عبدالرب منصور ہادی، ایران کے لیڈر' محمود احمدی نژاد، پاکستان کے صدر' آصف زرداری، ملائیشیا اور الجیریا کے وزرائے خارجہ' انیتا امان اور مراد میدلسی نے یہی مطالبہ دُہرایا ہے۔مگر سب کچھ ہوا میں اُڑ گیا ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کی موثر لابنگ سے اس میدان میں بھی نمایاں کامیابی حاصل ہوگی۔حضور انور نے حالیہ خطبہ میں عالم اسلام کے لئے خصوصی دعاؤں کی بھی تحریک فرمائی ہے۔قارئین ''النور'' سے ان تمام ارشادات وہدایات پر عمل پیرا ہونے کی درخواست ہے۔

آبشارِ حیات

عطاء المجیب راشدؔ

خلوصِ دل سے جو خالی ہو دوستی کیا ہے — دلوں کو نور نہ بخشے وہ روشنی کیا ہے
ہجومِ یاس میں بس اک وہی سہارا ہے — اگر وہ تھام لے مجھ کو تو پھر کمی کیا ہے
سجی ہوئی ہے جو یہ کائنات جس کے طفیل — دلوں میں وہ نہیں بستا تو زندگی کیا ہے
نصیب جس کو غلامی ہو شاہِ بطحاؐ کی — نظر میں اُس کی بھلا تاج و سروری کیا ہے
خوشا نصیب جنہیں مل گیا وصالِ حبیب — وہی سکھاتے ہیں دنیا کو عاشقی کیا ہے
خدا کی راہ میں مر کر جو ہوگئے زندہ — انہی کے دَم سے کُھلا رازِ سرمدی کیا ہے
لہُو کے قطروں سے بنتی ہے آبشارِ حیات — ہر ایک شہید بتاتا ہے بندگی کیا ہے
یہ حسنِ ذوق مرے دوستوں کا ہے راشدؔ — ''وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے''

پاکستانی مسلمانوں کا عشق رسول یا.......؟

امام سید شمشاد احمد ناصر لاس اینجلس امریکہ

ایک اندازے کے مطابق دنیا میں ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبر تشریف لائے جن کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ خدائے واحد کی عبادت اور مخلوق خدا سے ہمدردی کا سبق دیں۔ یہ مقصد تمام انبیاء کی آمد کا تھا۔ اس مقصد کی پیروی اور اس مقصد کو بامِ عروج تک اگر کسی نے پہنچایا تو حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ تھے جنہیں قرآن مجید میں بہت سارے القابات سے نوازا گیا ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو **رحمة للعالمین** بنایا ہے یعنی "تمام جہانوں کے لئے رحمت"۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ آپ نے خدا تعالیٰ کی عبادت اور مخلوق خدا سے ہمدردی کا کیسا اعلیٰ سبق دیا۔ اور نہ صرف یہ کہ سبق دیا بلکہ خود اس پر کس طرح عمل کیا نیز اپنے ماننے والوں کے اندر بھی یہی صفات پیدا کرنا چاہیں کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کریں اور بنی نوع انسان سے پیار اور محبت کا سلوک کریں بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی مروت و احسان کا سلوک کریں اور یہی اسلام کا اصل اصول ہے۔

رسول خدا ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے اس وقت عربوں کی کیا حالت تھی؟ قرآن مجید میں اس کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے کہ:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ یعنی بحر و بر، خشکی و تری میں فساد برپا تھا کسی جگہ بھی امن نہ تھا۔ گویا اہل کتاب بھی فساد میں شامل تھے اور جن کے پاس کوئی قانون یا شریعت یا کتاب نہ تھی وہ بھی فساد میں شامل تھے۔ یہ تھی اس وقت کی دنیا کی حالت۔ آپ نے ان حالات میں تشریف لا کر دنیا کو خدائے واحد کی طرف بلایا۔ پھر کیا تھا سارا عرب ہی آپ کی مخالفت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ کون تھا جس نے مخالفت نہ کی ہو اور وہ کون سی ایسی مخالفت تھی جو آپ کی نہ کی گئی ہو۔

گھر گھر بتوں کی پوجا کی آماجگاہ تھا۔ خدا کا نام سننا، اور عبادت کرنا کسی کو گوارا ہی نہ تھا، مگر آپ ﷺ نے رات کے اندھیرے میں کوٹھڑیوں میں خدا کے آگے رو رو کر اس قوم کے تباہ ہونے سے بچنے کے لئے دعائیں کیں جو خدا تعالیٰ نے قبول فرمائیں۔

میں پھر پہلی بات کی طرف آتا ہوں کہ نبی، پیغمبر اور رسول کا کام بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کا خدا تعالیٰ سے رشتہ قائم کر دیں وہ خدا تعالیٰ کے ہو جائیں اور خدا تعالیٰ ان کا ہو جائے۔ کیا کسی کو اس بات پر اعتراض ہے؟ اس پر دہریہ کو تو اعتراض ہو سکتا ہے مگر مسلمان کہلانے والے کو نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے رات دن لوگوں کو دعوت اسلام دی کہ اسلام لے آؤ تم لوگ امن میں آجاؤ، خدا کی عبادت کرو اور لوگوں کو بھی اپنی طرف سے امن کا پیغام دو اسی لئے مسلمانوں کو جب وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں **السلام علیکم ورحمة اللّٰہ** کہنے کی تلقین ہے۔ جب آپ نے کسی کو **السلام علیکم** کہہ دیا تو گویا مخاطب آپ کی طرف سے امن میں آگیا۔

پھر جوں جوں لوگ مسلمان ہوتے گئے نہ صرف یہ کہ انہوں نے عبادت کو قائم کیا بلکہ آنحضرت ﷺ کے عشق میں فنا ہونے لگے۔ صحابہ کرام صحیح معنوں میں عاشق رسول تھے۔ وہ پوری کوشش کرتے کہ جس طرح رسولؐ خدا عبادت بجا لاتے ہیں اسی طرح خود بھی عبادت کریں، خواہ وہ عبادت تہجد کی ہو، وہ عبادت پانچوں نمازوں کے با جماعت قیام کی ہو، سنتوں کی ادائیگی ہو یا نوافل کی وہ صحیح معنوں میں عاشق رسول تھے کہ جیسے ہی رسول اللہ ﷺ نے کوئی ارشاد فرمایا اس پر عمل کرنے کو تیار ہو جاتے تھے اور نہ صرف تیار بلکہ آپ کے ہر حکم، ہر ہدایت پر جان و دل سے عمل پیرا ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے کچھ تازہ کھجوریں اپنے بیٹے کو دیں کہ جاؤ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفہ دے کر آؤ۔ جب وہ بچہ آپ کے دروازے تک پہنچا اور دستک دی تو آپ نے پوچھا کون ہے؟ بچے نے جواب دیا کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں اور آپ کے لئے تحفہ لایا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ گوشت لائے ہو۔ بچہ نے جواب دیا کہ کھجوریں لایا ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ کھجوروں کا تحفہ وصول کر لیا اور شکریہ ادا کیا۔ جب بچہ واپس گیا تو والد نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا تھا۔ اس نے بتایا کہ آپ نے پوچھا تھا کہ گوشت لائے ہو۔ بچے کے والد نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ کو اس وقت گوشت کی خواہش ہے۔ فوراً گھر میں جو بکری تھی اسے ذبح کیا اور آپ کی خدمت میں بھجوایا۔ صحابہ تو عشق رسول میں ایسے سرشار تھے کہ آپ کے اشاروں کو بھی سمجھ کر اس پر عمل کرتے تھے۔ اللّٰھم

صل علی محمد و آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔

صحیح عشق رسول یہ ہے کہ آپ کے آنے کے مقصد کو پورا کیا جائے۔ آپ کے آنے کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ خدا اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی تھی اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کا تعلق قائم کیا جائے۔

آپ نے خدا کی عبادت اس درجہ انہماک سے کی کہ کفار بھی کہہ اٹھے ''عشق محمد ربہ'' یعنی محمد اپنے رب پر عاشق ہوگیا ہے گویا آپ عبادت میں فنا فی اللہ ہو چکے تھے۔ سوائے خدا کی خوشنودی اور رضا کے آپ کی اور کوئی خواہش نہ رہی اور یہی جذبہ عشق آپ نے صحابہ میں قائم کر دیا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ وضو کرتے تو صحابہ دیوانہ وار وہ پانی اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے جسم پر برکت کے لیے ملتے تھے۔

امریکہ میں ایک پاگل دیوانے، منحوس انسان نے رسول خدا کی شان میں گستاخانہ فلم بنائی ہے جس پر مسلمانوں میں عشق رسولؐ کی وجہ سے اشتعال پیدا ہوا ہے اور اس وجہ سے جذبات میں آ کر وہ کچھ کر بیٹھے جس کی نہ اسلام میں جگہ ہے اور نہ سنت رسولؐ میں۔

آیئے اس عشق رسولؐ کا جو صحابہؓ میں پیدا ہوا اس عشق رسول سے موازنہ کریں جو مولویوں نے عوام کے دلوں میں پیدا کیا ہے۔ بی بی سی اُردو صفحہ اوّل نے عشق رسول کے عنوان سے لکھا ہے کہ:۔

''جمعہ 21 ستمبر کو پاکستان میں ہونے والے احتجاج یا بقول حکومت وقت کے پاکستان میں منائے جانے والے یوم عشق رسول کی کوریج دنیا بھر کے میڈیا پر آپ نے دیکھی ہوگی تو اس سے کیا نتیجہ نکالا ہوگا؟

پشاور میں ایک سینما ہال جل رہا ہے، کسی جگہ ایک موٹر سائیکل سے شعلے بلند ہو رہے ہیں، چند لوگ ایک بند دوکان کے شٹر پر دھڑا دھڑ ڈنڈے برسا رہے ہیں، سڑکوں پر جگہ جگہ ٹائر یا پرانے فرنیچر کے ٹکڑے جل رہے ہیں۔ پھر ہسپتال کے مناظر نشر ہوتے ہیں، خون میں لت پت ایک شخص کو ایمرجنسی کی جانب دھکیلا جا رہا ہے۔ ہمیں بتایا جا رہا ہے کہ یہ کسی دشمن رسول نہیں بلکہ عاشقان رسول کے ہاتھوں گھائل ہوا ہے۔ سڑکیں، چوراہے اور بند بازار آنسو گیس کے بادلوں سے اٹے ہوئے ہیں۔ ہمیں بار بار بتایا جا رہا ہے کہ پولیس مظاہرین کے سامنے بے بس ہے۔.... یہ سب مناظر دیکھنے کے بعد اگر آپ پاکستان سے باہر رہنے والے ایک غیر پاکستانی ہیں تو آپ کے ذہن میں کیا سوالات اٹھیں گے؟

ہوسکتا ہے کہ آپ کو خیال آئے کہ کیا یہ عشق ہے جو دھکم پیل، مارا ماری، گھیراؤ، جلاؤ آگ اور خون کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے؟ اگر ہاں۔ تو عجب بھیس ہے۔ جس کا سینما گھر یا موٹر سائیکل جلا، جس کی دوکان ٹوٹی یا جس کو اپنی تمام تر مجبوریوں کے باوجود اپنا کاروبار بند کرنا پڑا کیا وہ عاشق رسول نہیں ہے؟ وہ جس کا بچہ یوم عشق رسول منانے گھر سے نکلا لیکن خون میں لت پت ہسپتال جا پہنچا، کیا پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے اس کی محبت مشکوک تھی؟

یقیناً آپ کے ذہن میں سب سے اہم سوال یہ ہوگا کہ محبت کے اظہار کا یہ کیسا طریقہ ہے جس میں اپنوں کی ہی املاک جلائی جا رہی ہیں اور اپنوں کے ہاتھوں اپنے ہی گھائل ہو رہے ہیں...... کہیں ایسا تو نہیں کہ عشق رسول کی آڑ میں کوئی ایسی بھڑاس نکالی جا رہی ہے جس کا نہ تو عشق سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی کسی پیغمبر سے۔ اور پاکستان سے جو مناظر آج دنیا بھر میں نشر ہوئے ہیں ان سے تو شاید یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان مظاہرین کو عشق نہیں اپنے آپ سے بھی، قوم سے بھی، ملک سے بھی، مذہب سے بھی اور اپنے محبوب سے بھی''

مزید لکھتے ہیں کہ ضیاء الرحمان نے ٹوئٹر پر لکھا:

''براہ مہربانی آج اپنی دوکان نہ کھولیں نہ ہی کام پر جائیں کیونکہ شہر کا شہر مسلمان ہوا پھرتا ہے۔

مکمل شعر کچھ یوں ہے:

جانے کب کون کسے مار دے کافر کہہ کر
شہر کا شہر مسلمان ہوا پھرتا ہے

لیجئے اس طرز پر ایک اور شعر بھی سن لیں:

کافرِ عشق کھڑے سوچتے ہیں کہاں جائیں
شہر کا شہر مسلمان ہے نہ جانے کیا ہو''

مضمون کے آخر میں ایک نیویارک سے نکلنے والے اخبار سے اسی مضمون کی دو مزید خبریں بھی لکھوں گا۔ لیکن ابھی ایک دوست نے ایک اور خبر ای۔میل کے ذریعہ بھجوائی ہے وہ بھی لکھے دیتا ہوں:۔

چناب نگر میں ''ختم نبوت کانفرنس''

چنیوٹ (آن لائن) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مرکز ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں منعقدہ آل پاکستان 31 ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس۔

چناب نگر کے مقررین نے کہا کہ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت مسلمانوں کو نکتہ ء وحدت پر مرکوز کرتی ہے۔ ختم نبوت کے مسئلہ کو فرقہ

واریت سے جوڑ کر مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی جارہی ہے۔مقررین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے والوں اور ناموس رسالت کا مذاق اڑانے والے فسادی عناصر کا اقتصادی وسفارتی بائیکاٹ کیا جائے اور قبائلی علاقہ جات کی طرح چناب نگر میں ملٹری آپریشن کر کے حکومتی رٹ قائم کی جائے۔۔۔ختمِ نبوت کانفرنس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ امتناع قادیانیت ایکٹ کی روشنی میں قادیانیوں کو مسلمانوں کی اصطلاحات اور قرآنی آیات کے استعمال سے روکا جائے چناب نگر سمیت ملک بھر کے تمام قادیانی عبادت خانوں سے کلمہ طیبہ اور مینار ومحراب ختم کئے جائیں۔قادیانیوں کو فوج کے تمام عہدوں سے نکالا جائے۔''

قارئین کے علم میں اضافہ کے لئے یہاں عرض کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کا مرکز ربوہ پاکستان ہے۔حکومت اور ملاؤں نے''ربوہ''نام زبردستی تبدیل کر کے ''چناب نگر''رکھ دیا ہے اور اب وہاں ہر سال مجلس ختم نبوت کا جلسہ ہوتا ہے جس میں بدزبانی، ایذارسانی، غلیظ اور گندے الفاظ کا استعمال لاؤڈ سپیکر پر ہوتا ہے اور جماعت احمدیہ کے روحانی پیشواؤں اور بزرگوں کے لئے یہ غلیظ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ 1984ء سے جماعت احمدیہ کو اپنے ہی لوگوں کی تربیت وتعلیم کے لیے جلسہ کی اجازت نہیں ہے جبکہ ان نام نہاد مسلمانوں کو ہر سال جماعت احمدیہ کے افراد کو گالیاں دینے کے لئے مجلس ختم نبوت کی آڑ میں جلسہ کی اجازت حکومت وقت کی طرف سے دی جاتی ہے۔ربوہ چناب نگر میں 90 فیصد سے زائد احمدی احباب بستے ہیں۔مجلس ختم نبوت اپنے جلسہ کے لئے باہر کے شہروں سے مولوی حضرات اور سامعین کو بلاتے ہیں اور ربوہ کی سڑکوں پر جلوس نکالتے اور احمدیوں کو غلیظ گالیاں نکالتے ہوئے بازار سے گزرتے ہیں۔۔یہ بھی ایک قسم کا عشق رسول ہے!

لیجیے آخر میں اب دو خبریں اور سن لیں۔نیویارک سے نکلنے والے ایک اخبار کی 28 ستمبر کی صفحہ اول کی خبر کچھ یوں ہے:

''مردان (خصوصی رپورٹ) مردان میں یوم عشق رسول ﷺ کے موقع پر مشتعل مظاہرین کے ہاتھوں چرچ نذر آتش کئے جانے کے خلاف سینکڑوں مسیحی برادری کے افراد، عورتوں، بچوں اور پادریوں نے احتجاجی جلوس نکالا اور حکومت سے واقعے میں ملوث افراد کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا''

یہ چرچ عشق رسول کے دن عشق رسول میں جلایا گیا۔

ایک اور خبر سماعت فرمائیں:۔

''یوم عشق رسول پر مظاہرین نے شراب کی دوکان لوٹ لی''

کراچی (خصوصی رپورٹ) جیکسن پولیس نے یوم عشق رسول کے موقع پر شان رسالت میں گستاخی کے خلاف احتجاج کرنے والوں پر شراب لوٹنے کا مقدمہ درج کرلیا ہے۔رپورٹ میں 3 سے 4 ہزار مظاہرین کو نامزد کیا گیا ہے۔اطلاعات کے مطابق شراب خانے کے مینیجر کی مدعیت میں تھانہ جیکسن میں پیر کے روز مقدمہ الزام نمبر 757/2012 درج کرلیا گیا ہے۔مدعی کے مطابق احتجاج کرنے والے شہریوں نے شراب خانے کو توڑ کر شراب کے 80 کارٹن اور ڈیڑھ لاکھ روپے نقد چرا لئے''خبر ختم۔صفحہ اول

مرا اس شہرِ عداوت میں بسیرا ہے فرازؔ
جہاں لوگ سجدوں میں بھی لوگوں کا برا چاہتے ہیں

کلامِ محمود

منظوم کلاحضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ؓ

گناہوں سے بھری دُنیا میں پیدا کردیا مجھ کو
مِرے خالق مرے مالک یہ کیسا گھر دیا مُجھ کو
تقدّس کی تڑپ دل میں تو آنکھوں میں حیا رکھی
مگر ان خواہشوں کے ساتھ دامن تَر دیا مُجھ کو
اِنہیں اضداد میں گر زندگی میری گزرنی تھی
نہ کیوں اک عقل و دانائی سے خالی کردیا مُجھ کو
مثالِ سنگ بحرِ سعیٔ پیہم میں پڑا رہتا
نہ کچھ پرواہ ہوتی پاس رہتا یا جُدا رہتا
لُڑھکنا ہی تھا قسمت میں تو بیہوشی بھی دی ہوتی
نہ احساسِ وفا رہتا نہ پاسِ آشنا رہتا
مگر یہ کیا کہ میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر تُو نے
لگا دی آگ اور وقفِ تمنّا کر دیا مُجھ کو

ایک عاشقانہ عبادت، حجِ بیت اللہ

ایک شخص کا حج گھر بیٹھے قبول ہو گیا

مظفر احمد دُرّانی، مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ

حج کا تعارف

حج اللہ تعالیٰ کا حکم اور ارکانِ اسلام میں سے ایک عاشقانہ عبادت ہے، جو زندگی میں ایک بار بعض شرائط کے ساتھ فرض ہے۔ یہ ایک خالصۃً مذہبی فریضہ مکہ اور اس کے گرد و نواح کے مخصوص مقامات پر اسلامی سال کے آخری مہینہ ذوالحجہ میں ادا کیا جاتا ہے۔ جس میں انسان اللہ سے محبت و عشق کے اظہار کے طور پر کچھ حرکات، عبادات اور قربانیاں بجا لاتا ہے۔ یہ عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت ہاجرہؓ اور ان کے پلوٹھے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تازہ کردہ سنت ہے۔ حج پر جانے والا بظاہر کئی قسم کی تکالیف بھی اُٹھا رہا ہوتا ہے۔ پس تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی ایک ایک حرکت کے ساتھ اس کی روح بھی آستانہ الٰہی پر جُھک اور گر رہی ہو۔ اور وہ حج سے ایسے لوٹے جیسے نئی پیدائش لے کر لوٹ رہا ہے۔

ساری دنیا سے فرزندانِ اسلام جوق در جوق اور گروہ در گروہ ایک ہی مقام پر ایک ہی انداز میں اور ایک ہی لباس میں آ جمع ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے نعرے اور تکبیرات بلند کرتے ہیں۔ خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا جانے والا سب سے پہلا گھر یعنی خانہ کعبہ توحید کے مرکز کے طور پر جانا جاتا ہے۔ مختلف اقوام و قبائل، رنگ و نسل اور بلاد و امصار کے لوگ ایک ہی نقطہء اتفاق و اتحاد پر جمع ہو جاتے ہیں۔ الغرض خانہ کعبہ اور حج ساری دنیا کے لئے اخوت و محبت اور امن و آشتی کا گہوارہ ہے۔

حج کی فلاسفی

جس طرح ایک عاشق اپنے معشوق کی محبت میں اس کی چیزوں سے بھی محبت کرتا، انہیں چومتا اور اظہارِ محبت میں ان کے گرد گھومتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا محب اپنے محبوب یعنی خدا کے گھر خانہ کعبہ سے اظہارِ محبت کرتا ہے۔ جس کی عملی صورت حج کا موقع ہے۔ سیدنا حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام حج کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”محبت کے عالم میں انسانی روح ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی ہے اور اس کے آستانہ کو بوسہ دیتی ہے ایسا ہی خانہ کعبہ جسمانی طور پر محبان صادق کے لئے ایک نمونہ دیا گیا ہے اور خدا نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرا گھر ہے اور حجر اسود میرے آستانہ کا پتھر ہے۔ اور ایسا حکم اس لئے دیا کہ تا انسان جسمانی طور پر اپنے ولولہء عشق اور محبت کو ظاہر کرے۔ سو حج کرنے والے حج کے مقام میں جسمانی طور پر اس کے گرد گھومتے ہیں، ایسی صورتیں بنا کر گویا خدا کی محبت میں دیوانہ اور مست ہیں۔ زینت دور کر دیتے ہیں، سر منڈوا دیتے ہیں اور مجذوبوں کی شکل بنا کر اس کے گرد عاشقانہ طواف کرتے ہیں اور یہ جسمانی ولولہ روحانی تپش اور محبت کو پیدا کر دیتا ہے۔ اور جسم اس کے گھر کے گرد طواف کرتا ہے اور سنگِ آستانہ کو چومتا ہے۔ اور روح اس وقت محبوب حقیقی کے گرد طواف کرتی ہے اور اس کے روحانی آستانہ کو چومتی ہے اور اس طریق میں کوئی شرک نہیں۔ ایک دوست ایک دوست جانی کا خط پا کر بھی اس کو چومتا ہے کوئی مسلمان خانہ کعبہ کی پرستش نہیں کرتا اور نہ حجر اسود سے مرادیں مانگتا ہے بلکہ صرف خدا کا قرار دادہ ایک جسمانی نمونہ سمجھا جاتا ہے وبس۔ جس طرح ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں مگر وہ سجدہ زمین کے لئے نہیں۔ ایسا ہی ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں مگر وہ بوسہ اس پتھر کے لئے نہیں۔ پتھر تو پتھر ہے جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان مگر اس محبوب کے ہاتھ کا ہے جس نے اس کو اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھہرایا۔“

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 ص100)

حج ادا کرنے کی ترتیب و طریق

عازمین حج اپنے اپنے میقات پر احرام باندھتے ہیں۔ پاکستان سے جانے

والوں کے لئے میقات یلملم ہے، یہاں پر عازمِ حج نہائے یا وضو کرے اور احرام یعنی دو بے سلی چادریں پہن لے، ایک تہ بند اور دوسری اوپر کی چادر کے طور پر۔ مستورات اپنے معمول کے لباس میں ہی حج کرتی ہیں۔ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر حج کی نیت سے تلبیہ کے الفاظ دہرائے۔ تلبیہ کے ساتھ ہی انسان محرم اور مناسک حج بجا لانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں پہنچ کر حاجی وضو یا غسل کر کے سیدھا مسجد الحرام میں جائے، حجر اسود کو بوسہ دینے کی کوشش کرے اور خانہ کعبہ کے سات چکر لگاتے ہوئے اس کا طواف کرے۔ اس پہلے طواف کو طواف قدوم کہتے ہیں۔ پھر طواف کے بعد صفا پر جائے، وہاں پر دعائیں کرتے ہوئے مروہ تک پہنچے۔ یہ ایک چکر شمار ہوگا۔ اس طرح ان دو پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائے، ان سات چکروں کو سعی کہتے ہیں۔ اس کے بعد حج کے معین دنوں کا انتظار کیا جاتا ہے۔

8 ذو الحجہ۔ صبح کے وقت حاجی منیٰ میں جاتے ہیں وہاں پر ظہر، عصر، مغرب او رعشاء کی نماز پڑھتے ہیں۔

9 ذو الحجہ کی نمازِ فجر کے بعد میدان عرفات کے لئے روانہ ہوتے ہیں جہاں پر ظہر سے مغرب کے وقت تک قیام کرنا حج کا لازمی حصہ ہے۔ ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ جس کے بعد خطبہ حج پڑھا جاتا ہے۔ نمازِ مغرب کے بعد مزدلفہ پہنچ کر وہاں پر مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا کی جاتی ہیں۔

10 ذو الحجہ کو مزدلفہ میں ہی مشعر الحرام کے قریب جا کر تلبیہ۔ ذکر الٰہی اور دعائیں کی جاتی ہیں۔ پھر مزدلفہ سے واپس منیٰ پہنچ کر جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ جس کے بعد قربانی کا جانور ذبح کر کے مرد سر کے سارے بال کٹواتے ہیں جبکہ مستورات سر کے بالوں کی ایک دو مینڈھیاں کاٹتی ہیں۔ پھر احرام کھول دیا جاتا ہے۔ میدان منیٰ سے فارغ ہو کر حاجی مکہ میں آکر بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں یہ طواف بھی حج کا بنیادی رکن ہے۔ جسے طوافِ زیارت اور طوافِ افاضہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد حاجی کے لئے مخصوص ممنوعہ چیزیں جائز ہو جاتی ہیں۔ طوافِ زیارت کے بعد حاجی پھر میدانِ منیٰ میں تین روزہ قیام کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔

11 ذوالحجہ کو حاجی تینوں جمارات (جمرۃ الاولیٰ۔ جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ العقبہ) کو سات سات کنکر مارتے ہیں۔

12 ذوالحجہ کو بھی مذکورہ بالا تینوں جمارات کو سات سات کنکر مارے جاتے ہیں۔

13 ذوالحجہ کا دن اختیاری دن ہے، اگر حاجی منیٰ میں رمی جمار کے لئے قیام کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اگر جلد واپس آنا چاہے تو مکہ میں آکر خانہ کعبہ کا طواف الوداع کرے۔ اور اپنی آخری دعائیں اور التجائیں کرنے کے بعد حج مکمل ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا کنکریاں مارنے کا عمل انسان کے شیطان اور غیر اللہ سے نفرت کے اِظہار کا ایک عملی نمونہ ہے۔

تقویٰ سے خالی حج

حج کا بہت ہی ثواب ہے، اس توبہ اور عبادت کے نتیجہ میں انسان تمام گزشتہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ جس طرح بچے کی پیدائش کے بعد اس کے سر کے بال منڈوائے جاتے ہیں، اسی طرح حج کے موقع پر سر کے بال کٹوانے میں اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ گویا حاجی اب ایک نئی پیدائش حاصل کر چکا ہے۔ لیکن یہ امور تقوٰی کے سراسر منافی ہیں کہ نیت صرف حاجی کا لقب حاصل کرنا ہو ورنہ حج سے کوئی غرض یا دلچسپی نہ ہو، گیا حج کرنے ہو مگر وقت سارا لوگوں کی حجامتیں بنانے میں صرف ہو، گیا حج کرنے ہو مگر وہاں پر توجہ چوری چکاری، بدظنی اور غیبت پر ہی مرکوز رہے۔ گیا تو سنتِ ابراہیمی کو پورا کرنے ہو مگر سارا وقت اپنے کاروبار کی معلومات لینے میں ہی مستغرق رہے۔ ایک نہایت ہی شرمناک خبر گزشتہ دنوں میڈیا میں دیکھنے اور پڑھنے کو ملی کہ چند عازمینِ حج جو حج کے ویزا پر اور حج کا ارادہ ظاہر کر کے نہایت ہی مقدس مقام دیارِ حبیب کو جا رہے تھے کہ نشہ آور ادویہ کے کیپسول پیٹ میں بھر کر سمگلنگ کی کوشش میں گرفتار کر لئے گئے جس سے پیارے وطن کی پورے جگ میں ہنسائی ہوئی اور دشمنوں کو باتیں کرنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

حج سے محروم کچھ لوگ

دوسری طرف کچھ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو خواہش واستطاعت کے باوجود حج سے روکے جاتے ہیں۔ جن میں سے کچھ کو تو اگلے یا اس سے اگلے سال حج کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن کچھ بندگانِ خدا ایسے بھی دنیا میں ہیں جن کے حج پر جانے کے رستہ میں آئین وقانون کی دیواریں حائل کر دی گئی ہیں کہ وہ تو اگلے سالوں کی انتظار کی لائنوں اور لسٹوں میں بھی شمار نہیں ہو سکتے، بلکہ سنتِ نبوی کے ابتدائی سالوں کی پیروی پر مجبور ہیں، جس کی بکثرت مثالیں ملکِ پاکستان میں تو ملتی ہی ہیں جہاں احمدیوں کو 1974ء سے حج پر جانے سے روک دیا گیا ہے۔ لیکن خاکسار راقم السطور کو گھانا مغربی افریقہ کے مرکزی مشن ہاؤس اکرا جانے کا موقع ملا، استقبالیہ دفتر میں تمام امراء گھانا کے ناموں کی فہرست دی گئی ہے، جس میں سوائے موجودہ امیر صاحب کے تمام امراء کے اسماء کے ساتھ الحاج کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ خاکسار نے محترم مولانا ڈاکٹر عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مربی انچارج گھانا سے استفسار کیا کہ اللہ

تعالیٰ کے فضل وکرم سے گزشتہ تمام امراء الحاج تھے یعنی انہیں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل تھی، آپ کیوں ابھی تک اس سعادت سے محروم ہیں؟ فرمانے لگے کہ کئی دفعہ کوشش اور درخواست کر چکا ہوں مگر مجھے حج کا ویزا نہیں دیا جاتا۔صرف اسی وجہ سے میں حج سے محروم ہوں۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے حج کے رستہ میں بعض اور مجبوریاں اور رکاوٹیں کھڑی ہیں لیکن عالم الغیب خدا تو ہر حال سے واقف ہے اور تمام اعمال وافعال کا نتیجہ پیدا کرنا اسی کے اختیار اور قبضہء قدرت میں ہے۔

حج کئے بغیر قبول ہو گیا

یہاں پہنچ کر مجھے وہ مشہور واقعہ بہت یاد آ رہا ہے کہ جب ایک خدا رسیدہ بزرگ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو دو فرشتوں کی گفتگو کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس سال سوائے دمشق کے ایک موچی کے کسی کا حج قبول نہیں ہوا۔ اس پر آپ کو بہت تعجب ہوا تو وہ حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لئے سفر کر کے اس شخص تک پہنچے جس کے بارہ میں آپ کو بتایا گیا تھا کہ صرف اسی کا حج قبول ہوا ہے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ وہ تو حج پر جا بھی نہیں سکا تھا تو اسے اور بھی زیادہ تعجب ہوا۔ اس لئے آپ نے مزید دلچسپی سے اس کی کہانی کو سنا جو اس نے یوں بیان کی کہ میں نے آہستہ آہستہ کئی سالوں میں حج پر جانے کے لئے تین سو درہم کی رقم جمع کی اور اس سال میں حج پر جانا چاہتا تھا۔ کہ روانگی سے قبل ایک دن ہمارے پڑوسیوں کے گھر سے گوشت پکنے کی خوشبو آئی۔ چونکہ میری بیوی حاملہ تھی اسے یہ خوشبو سونگھ کر گوشت کھانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی۔ میں اپنے پڑوسی سے گوشت کا سالن مانگنے گیا تو اس نے مجھے کہا کہ یہ گوشت ان کے لئے تو حلال ہے مگر میری بیوی کے لئے حرام ہے، اس لئے نہیں دے سکتا۔ میں نے بہت زور دیا مگر اس نے مجھے سالن نہ دیا۔ میں نے بیحد اصرار کر کے اس سے گوشت کی حقیقت جانی کہ یہ کیسے ان کے لئے حلال ہے اور ہمارے لئے حرام ہے۔ اس پر اس نے اپنی درد بھری حالت کچھ یوں بیان کی کہ ہمارے گھر میں کئی دنوں سے فاقہ تھا، کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ آج اسے ایک مرا ہوا جانور ملا تو وہ اس کا ایک حصہ کاٹ لایا، جس کا گوشت آج انہوں نے پکایا ہے۔ پس یہ مردار ان کی فاقہ کشی کے باعث ان کے لئے تو حلال تھا مگر ہمارے لئے حرام تھا۔ یہ دردناک کیفیت سن کر میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، میرا دل مجھے ملامت کئے جا رہا تھا کہ میں حج کے لئے جانا چاہتا ہوں جبکہ میرے پڑوسی بھوک اور فاقوں سے مرا چاہتے ہیں۔ میرے ضمیر نے مجھے جھنجھوڑا کہ ان حالات میں کیا میرا حج قبول ہو سکتا ہے۔ مجھے اپنی حالت پر بہت افسوس آیا۔ میں اپنے گھر لوٹا، اپنی بیوی کو حالات سے آگاہ کیا، حج کے لئے جمع کی ہوئی ساری پونجی کی تھیلی اُٹھائی اور بڑی معذرت کے ساتھ اپنے پڑوسی کو دے دی۔ پوری تیاری اور نیت ہونے کے باوجود میں اس سال حج پر نہیں جا سکا تھا۔ شاید میرے مولیٰ کو میری یہی ادا پسند آئی اور میرا حج گھر بیٹھے ہی قبول ہو گیا۔

(تذکرۃالاولیاء اردو مصنفہ: حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ، ص 128ناشر: پروگریسو بُکس اردو بازار لاہور اکتوبر 1999ء)

یہ دردناک واقعہ بھی اعمال کی جانچ اور قبولیت میں تقوٰی اور صحتِ نیت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے کہ وہ جو حج پر جا نہ سکا لیکن تقوٰی پر مبنی حالت اور نیتِ حج رکھتا تھا، ایک دوسرے زیادہ اہم عملِ صالح کی بجا آوری کے باعث اس کا حج، حج پر جائے بغیر ہی قبول ہو گیا۔ مگر وہ چھ لاکھ لوگ جو حج پر تو گئے، تمام ظاہری اعمال وارکانِ حج کو بھی بجا لائے مگر عالم الغیب خدا ان کی نیتوں اور دل کے تقوٰی سے واقف تھا، اس لئے ان کا حج قبول نہ ہوا۔ ان کو حج کا جسم تو حاصل ہو گیا مگر وہ روحِ تقوٰی سے عاری تھے اس لئے ان کا حج مقبول نہ بن سکا۔ مگر اسی حج نہ کر سکنے والے دمشق کے موچی کی قربانی اور تقوٰی کے صدقے ان لوگوں کا حج بھی قبول ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعمالِ صالحہ کی روح یعنی تقوٰی عطا فرمائے۔ اور وہ تمام اعلیٰ مقاصد جو حج سے وابستہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے نصیب میں فرمائے۔ آمین۔

دُعا سے کیا ملتا ہے؟

''دُعا سے الہام ملتا ہے۔ دُعا سے ہم خدا تعالےٰ سے کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قیام سے دُعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خُدا اُس پر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔''

(الحکم 22 جنوری 1899ء)

ہر مشکل کا آخری علاج دُعا ہے

''میرا مذہب یہ ہے کہ کیسی ہی مشکلات مالی یا جانی انسان پر پڑیں اُن سب کا آخری علاج دُعا ہے۔ خدا تعالےٰ ہر شَے کا مالک ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ہر شَے پر اُس کا قبضہ ہے۔ انسان کسی حاکم یا افسر کے ساتھ اپنا معاملہ صاف کرتا ہے اور اُس کو راضی کرتا ہے تو وہ اُسے بہت سا فائدہ پہنچا دیتا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ جو حقیقی حاکم اور مالک ہے، اُس کو نفع نہیں دے سکتا؟''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ49)

محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ 8/اکتوبر 2012ء کو کینیڈا میں وفات پاگئیں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 12/اکتوبر 2012ء میں محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

۔۔۔''دوسرا جنازہ اس وقت میں پڑھوں گا جو ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کا ہے۔75 سال کی عمر میں 8/اکتوبر 2012ء کو کینیڈا میں وفات پائی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

1964ء میں انہوں نے فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور سے MBBS کیا۔ہاؤس جاب کرنے کے بعد ترقی کے کافی مواقع تھے مگر فضل عمر ہسپتال ربوہ میں گائنی کے شعبہ میں ڈاکٹر کی ضرورت تھی اسلئے وہاں چلی گئیں اور 1965 سے فضل عمر ہسپتال جوائن کرلیا۔بڑا لمبا ان کا خدمت کا عرصہ ہے اور انکی خدمات کے قصے پڑھنے لگو تو پورا ایک خطبہ شاید چاہیئے ہوگا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔1964 میں Aitchison ہاسپٹل لاہور میں ہاؤس جاب کررہی تھیں کہ اس دوران انگلینڈ میں جاب کیلئے درخواست دی جس پر ان کو Employment واؤچر مل گیا۔ٹکٹ کا انتظام بھی ہوگیا۔انگلینڈ جانے کی تیاریاں مکمل تھیں کہ اگلے دن الفضل گھر پہ آیا تو اس میں ربوہ فضل عمر ہسپتال میں لیڈی ڈاکٹر کی آسامی کا اشتہار دیکھا۔ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا پیغام بھی تھا کہ اگر کوئی احمدی لیڈی ڈاکٹر نہیں آتی تو کسی عیسائی ڈاکٹر کا انتظام کرلیں،فضل عمر ہسپتال میں۔انہوں نے لندن جانے کا پروگرام کینسل کیا باوجود گھر میں سفید پوشی کے اور دس بہن بھائی تھے اور والد ان کے سیکشن آفسر تھے لیکن بہر حال مالی تنگی تھی اور والد نے بھی اُدھار لے کر ان کو MBBS کروایا تھا۔ان حالات کے باوجود اُسی دن لاہور سے ربوہ آنے کے لئے تیاری شروع کردی۔اپنے ہسپتال جہاں وہ ہاؤس جاب کررہی تھیں وہاں جاکر اپنی ایم ایس سے اجازت طلب کی۔ایم ایس نے پوچھا کہ وہ کس لئے جارہی ہیں۔تمہیں تنخواہ کیا ملے گی وہاں تو ڈاکٹر فہمیدہ صاحبہ نے بتایا کہ شاید۔/230 روپے ماہانہ الاؤنس ملے گا تو ایم ایس نے کہا میں تمہیں۔/550 روپے دلواتی ہوں لاہور چھوڑ کر نہ جاؤ۔تمہارا مستقبل بھی اس ہاؤس جاب سے وابستہ ہے۔مگر انہوں نے یہ آفر بھی منظور نہ کی اور کہا کہ میں پیسوں کی خاطر نہیں جارہی۔میرے پاس تو انگلینڈ کا ایمپلائمنٹ واؤچر بھی موجود ہے۔ٹکٹ کا انتظام بھی ہے اور وہاں داخلہ بھی ہوچکا ہے مگر میں یہ سب کچھ چھوڑ کر ربوہ جارہی ہوں۔اس پہ ایم ایس نے جواب دیا کہ آپ بہت عظیم عورت ہیں۔اپنی جماعت کی خاطر اپنا مستقبل داؤ پر لگا دیا ہے۔ایم ایس نے ان کو اپنی بہترین ہاؤس جاب اسسٹنٹ کا سرٹیفیکیٹ دیا اور یوں 1964ء میں وہ ربوہ آگئیں اور 1984ء تک فضل عمر ہسپتال میں بطور لیڈی ڈاکٹر خدمت کی توفیق پائی۔ربوہ میں اُس زمانے میں لیڈی ڈاکٹر کوئی نہیں تھی بلکہ ارد گرد کے علاقوں میں کوئی نہیں تھی۔اور بڑا وسیع catchment ایریا تھا جس کو انہوں نے اکیلے نے اپنے زمانے میں بھگتایا۔رات کو 2 یا 3 بجے،سردی یا گرمی، کسی بھی وقت کوئی بھی مریض آتا فوراً بستر چھوڑ کر مریض دیکھنے چلی جاتیں۔یہ بھی ان کے بارے میں بیان ہوتا ہے کہ ویسے والے دن سٹیج پر بیٹھی تھیں دولہن بن کر تو ہسپتال سے کال آگئی کہ ایمرجنسی آئی ہے۔اپنے اُسی لباس میں وہاں سے اُٹھیں اور سیدھے ہسپتال چلی گئیں۔اور مہمانوں نے ان کے بغیر ہی بعد میں کھانا کھالیا۔بہر حال یہ قربانی کی روح تھی اور وقف کی روح کے ساتھ انہوں نے اپنے اس خدمت کے عہد کو نبھایا۔اللہ تعالیٰ باقی واقفین کو بھی اس نمونے کو قائم رکھنے کی توفیق دے۔غریبوں کی بڑی مدد کیا کرتی تھیں۔مفت ان کا علاج کردیتی تھیں۔وہاں علاقے میں رواج ہے

جھوٹ بول کر اپنی مشکل بیان کر دیتے ہیں لوگ، تو کبھی یہ نہیں کہا کہ تم جھوٹی ہو سچی ہو تحقیق کروں گی جو کسی نے کہا اعتبار کر لیا۔ اور مفت علاج بھی کیا اور ساتھ دوائیاں بھی دے دیں۔ ان کے میاں کہتے ہیں کہ کئی دفعہ اس طرح ہوا کہ وہ رات ہسپتال میں گزارتی تھیں اور صبح میاں کام پہ جا رہے ہوتے تھے اور وہ ہسپتال سے واپس آ رہی ہوتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کی مثال دی تھی پردے کی بھی مجلس شوریٰ میں ایک دفعہ کہ کسی نے پردے میں رہ کر کام کرنا سیکھنا ہے تو ڈاکٹر فہمیدہ سے سیکھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ان کے متعلق فرمایا کہ بڑی قربانی کرنے والی عورت ہیں اور بہت کم لوگوں کو ایسی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ جب انہوں نے ہسپتال جوائن کیا 1964ء میں، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ملنے گئی ہیں تو حضرت چھوٹی آپا اُمِ متین صاحبہ وہاں تھیں۔ انہوں نے کہا کہ فضل عمر ہسپتال میں نئی لیڈی ڈاکٹر آ گئی ہے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فوراً الحمدللہ کہا اور انہیں بڑی دعائیں دیں۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں ملاقات کے دوران کہا کہ میں اعتکاف بیٹھنا چاہتی ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ میرے مریض دیکھو اور مَیں تمہارے لئے بہت دعائیں کروں گا، آپ کا اعتکاف یہی ہے۔ خلافت سے بڑا تعلق تھا اُن کو اور بڑی باحوصلہ خاتون تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو ان کی شاعری بھی بہت پسند تھی۔ اور صرف ڈاکٹر نہیں تھیں بلکہ شاعرہ بھی تھیں اور بڑی اچھی شاعرہ تھیں۔ بے ساختگی بھی تھی اور پختگی بھی تھی اور دلی جذبات بھی تھے۔ 7 شعری مجموعے ان کے چھپ چکے ہیں۔ ایک دفعہ ہجرت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب یہاں آئے ہیں تو انہوں نے ایک شعر لکھ کے بھیجا، اپنی نظم بھیجی اور اسکا ایک شعر تھا کہ ؏

گھر پہ تالا پڑا ہے مدت سے
اس سے کہہ دو کہ اپنے گھر آئے

تو حضورؒ نے اس شعر کو بڑا سراہا۔ اور ذکر فرمایا اسکا کہ ڈاکٹر فہمیدہ کا یہ بڑی بوڑھیوں کے سے انداز سے ڈانٹنا مجھے بڑا پسند آیا ہے۔ ہمیشہ اپنے بچوں کو نصیحت کی، بہن بھائیوں کو نصیحت کی اگر دُنیا میں عزت چاہتے ہو تو خلافت سے ایسے وابستہ ہو جاؤ کہ اپنی ہستی کو اس راہ میں مٹا دو۔ ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ جو اس وقت ڈاکٹر ہیں فضل عمر ہسپتال میں انچارج، وہ کہتی ہیں کہ بہت متحمل مزاج اور خوش اخلاق ڈاکٹر تھیں یہ۔ اس وقت نا مساعد حالات تھے، سہولتیں بھی موجود نہیں تھیں لیکن انتہائی لگن اور محنت سے انہوں نے کام کیا۔ اپنے کام میں اعلیٰ درجہ کی مہارت تھی۔ مریضوں کے ساتھ بہت مروت اور محبت کا سلوک تھا اور ان کے مریض ان کو آج بھی یاد رکھتے ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر نصرت جہاں وہاں ہیں اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے وقف کی رُوح سے کام کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی بھی عمر و صحت میں برکت ڈالے اور ڈاکٹروں کی جو فضل عمر ہسپتال میں کمی ہے اسکو پورا کرے اور یہ جو چند ڈاکٹر وہاں ہیں ان کے ہاتھ میں شفا بھی عطا فرمائے اور ہمت و حوصلہ بھی عطا فرمائے۔ یہ ڈاکٹر بھی، نصرت جہاں صاحبہ بھی دعاؤں کی محتاج ہیں۔ اِنہوں نے، ایک دفعہ وہاں مقابلہ ہوا، شعروں کا ایک مصرعہ دیا گیا اور نظمیں لکھنے کا مقابلہ تھا۔ اس میں نام پتہ وغیرہ بھی لکھنا تھا۔ یہ ان کو عادت تھی کہ کافی عاجز تھیں۔ انہوں نے اس کے آخر میں لکھا نام پتے کی جگہ پہ کہ خدمت خلق، لکھنا لکھانا۔ خانہ داری، دعائے خاتمہ بالخیر۔ یہ صرف الفاظ ہی نہیں ہیں جیسا کہ میں نے کہا کہ بے نفس خاتون تھیں اَور بڑی بے نفس خدمت کی ہے اِنہوں نے۔ اپنی زندگی کا خلاصہ انہوں نے بیان کیا ہے اور یقیناً یہ خدمتِ خلق کرنے والی تھیں اور گھریلو ذمہ داریوں کو نباہنے والی تھیں۔ آخرت پہ نظر رکھنے والی تھیں۔ بڑی نافع الناس وجود تھیں اور ان کا خاتمہ بھی میں سمجھتا ہوں خاتمہ بالخیر ہی ہوا ہے کیونکہ حدیث کے مطابق جب لوگ کسی کی تعریف کریں تو جنت اُس پر واجب ہو جاتی ہے اور یہ اُنہی لوگوں میں سے ایک تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں اپنانے اور جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کے خاوند کو بھی صبر اور ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے، آمین۔۔۔''

میری والدہ!

اک شجر جس کے دامن کا سایہ بہت گھنیرا بہت

عبدالہادی ناصر۔ نیویارک

سابق لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ

(حصہ دوئم)

(گزشتہ سے پیوستہ)

میری والدہ کا وسیع مطالعہ

میری والدہ کو مطالعہ کا شوق شروع سے ہی تھا۔ میں نے بچپن سے اُن کو دیکھا ہے کہ اپنے فارغ اوقات میں کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ کرتیں۔ باوجود گھر کے اتنے کام سرانجام دینے کے مطالعہ کے لیے وقت نکال لیتیں۔ اُن کے مطالعہ میں قرآن کریم کی تلاوت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب کا مطالعہ تھا۔ اکثر کُتب اُنہوں نے پڑھیں اُن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ پُر شوکت اقتباسات جو روح کو گرما دیتے ہیں زبانی یاد تھے اور بڑے جوش سے موقع کے مطابق اُن کو پڑھتی تھیں۔ اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح کی کُتب کا مطالعہ تھا۔ جب بھی اُن کی کوئی نئی کتاب یا تفسیر کبیر کی کوئی جلد چھپ کر آتی والد صاحب بڑے شوق سے خرید کر لاتے۔ والد صاحب اپنی مصروفیت کی وجہ سے دیر سے ختم کرتے لیکن اکثر اوقات والدہ پہلے ختم کر لیتیں اور مذاق سے والد صاحب کو چھیڑتیں کہ آپ ہار گئے ہیں۔ والد صاحب کو اُردو ادب سے بڑا اُنس تھا۔ درثمین اور کلام محمود کی نظموں کے علاوہ پرانے اساتذہ کی غزلیں والدہ سے سنتے جو ترنم سے پڑھ کر سناتیں تھیں۔ اس طرح اُن کے اکثر شعر آپ کو یاد ہو گئے تھے۔

اُردو نثر میں کلاسیکل لٹریچر پڑھتیں۔ میرے طالب علمی کے زمانہ میں ڈپٹی نذیر کی کتب خاص طور پر توبتہ النصوح، مصورِ غم راشد الخیری کی کُتب کا سارا سیٹ جس میں صبح زندگی، شام زندگی، خود پڑھ کر مجھے پڑھنے کے لیے دے دیا۔ اس طرز کی بے شمار کتب پڑھیں اُن سب کا تذکرہ نہیں کیا جا سکتا۔ جدید شعراء کا کلام بھی آپ کو پسند تھا۔ واشنگٹن میں علی گڑھ المنائی کا سالانہ مشاعرہ ہوتا، بڑے اہتمام سے ہر سال وڈیو منگوا کر سنتیں اور اچھے شعروں کو سراہتی تھیں۔ جماعتی شعراء کو بہت پسند کرتی تھیں وہ میر محمد اسماعیل صاحب، عبدلسنان ناہید، ثاقب زیروی، مصلح الدین راجیکی، اور اور صاحبزادی امتہ القدوس کے نام قابل ذکر ہیں۔ الفضل کا مطالعہ تادم حیات رہا۔ اُن میں سے جو مضمون پسند آتے دوسروں کو بھی پڑھ کر سناتی تھیں۔ جو نظمیں یا غزلیں الفضل میں سے پسند آتیں اُن کی کٹنگ اپنے پاس رکھ لیتیں۔

باغ ادب میں جو گُلِ معنی کھلا کبھی

دامن میں رکھ لیا نگاہِ انتخاب نے

وہ نظمیں ترنم سے ہمیں پڑھ کر سناتیں۔ زیادہ کٹنگ صاحبزادی امتہ القدوس کی تھیں۔ اسی طرح عبدالسنان ناہید کی بھی تھیں۔ آپکے حافظے کی وجہ سے اکثر شعر اُن کو یاد ہو جاتے اور موقع پر اُن کو پڑھ دیتیں۔

ایک دفعہ آپ بیمار ہوئیں تو آپ کو ہیوسٹن ٹیکساس کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ دیکھنے کے لیے ڈاکٹر آیا تو اُس نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ آپ کی دو بہوئیں جو اُس وقت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اُنہوں نے اماں جی سے کہا کہ ڈاکٹر آپ سے آپ کا حال پوچھ رہا ہے۔ تو والدہ نے کہا کہ ڈاکٹر کو کہہ دو کہ میرا کیا حال ہو گیا ہے اگر خُدا کو میں اس حال میں ملوں گی تو خدا کہے گا کہ تو کس حال میں میرے پاس آگئی ہے۔ میں نے تو تمہیں پھول جیسا بنا کر جہان میں بھیجا تھا۔ پھر صاحبزادی امتہ القدوس کا یہ شعر پڑھا:

جو جہاں میں آیا تھا پھول سا وہ گیا تو ماندہ تھکا ہوا

تھا بڑا نڈھال وجود بھی، بڑی مضمحل تھی نگاہ بھی

میری بھابیوں نے جب اس کو ترجمہ کر کے ڈاکٹر کو سنایا تو ڈاکٹر آپکے بیڈ کے پاس آکر بیٹھ گیا اور ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ ان کو بتا دو کہ میں اتنا اچھا علاج کروں گا کہ پھول جیسا بنا کر گھر بھیجوں گا۔ ڈاکٹر کو والدہ کے ساتھ عقیدت ہو گئی۔ اُس نے بہت توجہ سے علاج کیا اور والدہ خدا تعالیٰ کے فضل سے شفایاب ہو کر واپس گھر آئیں۔

ایک دفعہ میں اپنی والدہ کے ساتھ کینیڈا کسی عزیزہ کی شادی پر گیا۔ برات کے آنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ صبح ناشتہ کرنے کے بعد ہم سب بیٹھے ہوئے تھے کہ دُلہن ایک ٹوکری میں گلاب کے پھول اُٹھائے ہوئے آئی اور والدہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہنے لگی کہ اماں جی ان پھولوں کی پتیاں توڑ کر رکھ دیں یہ برات پر پھینکنی ہیں۔ جب دلہن اُن کو رکھ کر واپس جانے لگی تو والدہ نے دلہن کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ میرے پاس یہاں بیٹھ جاؤ۔ اور کہا کہ تم ان خوبصورت پھولوں کو میرے ہاتھوں قتل کروانا چاہتی ہو۔ پتہ ہے پھول کیا کہیں گے۔ پھول فریاد کریں گے کہ ہمارا قصور کیا تھا۔ پھر کہا کہ سنو پھول کیا فریاد کرتا ہے اس کے بعد اُنہوں نے مندرجہ ذیل نظم "پھول کی فریاد" بڑے دردناک لہجے میں سنائی جو آپ کو زبانی یاد تھی۔ یہ اُس وقت سے یاد کی ہوئی تھی جب آپ پرائمری جماعت میں پڑھتی تھیں۔ اور تادم حیات آپ کو یاد رہی۔ وفات سے دو دن قبل میرے عزیز بھائی ناصر جمیل نے اس نظم کے سنانے کی فرمائش کی جو اُنہوں نے سنائی۔ اس نظم کو اس لیے درج کر رہا ہوں کہ ایسے انمول ادب پارے اُردو ادب سے اب عنقا ہوتے جاتے ہیں۔ اس طرح کی اور بھی بیسیوں نظمیں ہیں جو اب اُردو ادب سے معدوم ہوتی جا رہی ہیں۔ مثلاً ایک خوبصورت نظم جو نادر کاکوروی نے 1920 میں لکھی۔ اصل میں انگریزی کے مشہور شاعر تھامس مُور کی مشہور نظم کا ترجمہ ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو بہت پسند تھی۔ اُنہوں نے اردو کلاس کے ذریعہ پھر سے زندہ کیا۔ اور بچیوں نے بڑی خوبصورت آواز میں اس کو پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

اکثر شبِ تنہائی میں کچھ دیر پہلے نیند سے

گزری ہوئی خاموشیاں بیتے ہوئے دن عیش کے

اس دلہن کو میری والدہ نے یہ نظم سنائی جس نے پھول کی پتیاں کرنے کو کہا تھا:

پھول کی فریاد

کیا خطا میری تھی ظالم تو نے کیوں توڑا مجھے
کیوں نہ میری شاخ ہی میں عمر تک چھوڑا مجھے
جانتا گر اس ہنسی کے دردناک انجام کو
میں ہوا کے گدگدانے سے نہ ہنستا نام کو
شاخ نے آغوش میں کس لطف سے پالا مجھے
تو نے مرنے کے لیے بستر پہ لا ڈالا مجھے
میری خوشبو سے بچھائے گا بچھونا رات بھر
صبح ہوگی تو مجھے پھینک دے گا خاک پر
پتیاں اُڑتی پھریں گے منتشر ہو جائیں گی
رفتہ رفتہ خاک میں مل جائیں گی کھو جائیں گی
تو نے میری جان لی دم بھر کی زینت کے لیے
کی جفا مجھ پر فقط تھوڑی سی فرحت کے لیے
جس کی رونق تھا میں بے رونق وہ ڈالی ہو گئی
حیف ہے بچے سے ماں کی گود خالی ہو گئی
تتلیاں بے چین ہونگی جب نہ مجھ کو پائیں گی
غم سے بھنورے روئیں گے اور بُلبلیں چلائیں گی
دودھ شبنم نے پلایا تھا سب بلا وہ خاک میں
کیا خبر تھی یہ کہ ہے بے رحم گلچیں تاک میں
مہر کہتا ہے میری کرنوں کی سب محنت گئی
ماہ کو غم ہے میرے یہ دی ہوئی رنگت گئی

ایک عزیزہ کے جواں سال خاوند کی وفات پر میری والدہ تعزیت کیلئے گئیں۔ تسلی دی، نصائح کیں اور اپنی مثال دے کر اُس کو سمجھایا کہ باقی زندگی بڑی ہمت سے گزارنی ہوگی۔ عجیب بات ہے کہ تمہارے خاوند کی عمر وفات کے وقت اتنی ہی تھی جتنی میرے میاں کی تھی۔ (میری والدہ کی بیوگی کا عرصہ 52 سال کا تھا) گھر آکر اپنی مترنم اور دل سوز آواز میں ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی ایک لمبی نظم ریکارڈ کر کے اُس عزیزہ کو بھجوائی جس میں میر صاحب نے اپنی بیماری کے پیش نظر اپنی بیگم کے لیے وصیت کے طور پر لکھی تھی۔ جو بخارِ دل میں جو کہ میر صاحب کا مجموعہ کلام ہے مل جائے گی۔ اس نظم کا پہلا بند ملاحظہ ہو:

نہ رونا میرے مرنے پر نہ کرنا آہ اور زاری
نہ ہونا صبر سے عاری ملیں گے اب تو جنت میں
جدائی پھر نہیں ہوگی نہ ٹوٹے کی کبھی یاری
خدا سے لو لگی رکھنا۔ کہ جس پر مہرباں وہ ہو
اُسے کہتا ہے خوش ہو جا۔ خدا داری چہ غم داری

چنانچہ یہ ٹیپ اُس عزیزہ نے بار بار سُنی۔ اور والدہ کو فون کر کے اُن کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ جب بھی آپ کی ٹیپ سُنتی ہوں تو واقعی دل کو قرار آجاتا ہے۔ دردمندوں کیلئے واقعی یہ ایک مرہم ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ:

حالات کے منجدھار میں مجبور دلوں کو
پتوار تھی، ناؤ تھی، کنارا تھی میری ماں

والدہ کی خدا تعالیٰ سے محبت

جیسا کہ میں پہلے تحریر کیا ہے کہ میری والدہ کو خدا تعالیٰ سے بہت محبت تھی۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر پورا یقین رکھتی تھیں۔ اپنے عسر و یسر میں ہمیشہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھا۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی میری والدہ کا ہاتھ کبھی نہ چھوڑا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیہ نظمیں پڑھتی تھیں جو آپ کو زبانی یاد ہو گئیں تھیں۔ پھر دعا کرتے وقت قران کی ماثورہ دعائیں اور آنحضرت ﷺ کی مسنونہ دعائیں پڑھتی تھیں۔ اُن کی دعا کرنے کا ایک یہ بھی انداز تھا کہ آپ شعروں سے بھی خدا تعالیٰ کو مخاطب کر لیتی تھیں۔

ایک دفعہ ہیوسٹن کے ایک ہسپتال میں داخل تھیں اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ ہسپتال والوں نے آپ کے بیڈ کے ساتھ مجھے بھی بیڈ دے دیا تھا لہٰذا میں ہسپتال میں ہی سوجاتا تھا۔ ایک رات میری والدہ نے رات کے تقریباً دو بجے مجھے آواز دی۔ میں جاگ گیا اور پوچھا کہ کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ تو کہنے لگیں کہ کیا تم کو اس شعر کا پہلا مصرع یاد ہے کہ:

اکیلا چھوڑ دو گے مجھ کو تم کیا باوفا ہو کر

میں نے جواب دیا کہ اس وقت تو مجھے یاد نہیں آرہا صبح کلام محمود دیکھ کر بتا سکوں گا۔ میں نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کیا ضرورت پڑ گئی ہے۔ کہنے لگیں کہ میں دعا کر رہی ہوں اور اس شعر سے خدا کو مخاطب کر رہی ہوں۔ تھوڑی دیر میں میں پھر سو گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد مجھے پھر آواز دی۔ میں جاگ گیا۔ اور آپ نے مجھے کہا: ہادی! میں نے ذہن پر زور دیا ہے تو دوسرا مصرع یاد آگیا ہے وہ یہ ہے کہ:

میری حالت پہ جاناں رحم آئے گا نہ کیا تم کو
اکیلا چھوڑ دو گے مجھ کو کیا تم باوفا ہو کر

اُس باوفا خدا نے ہمشہ وفا کی اور ہمشہ صحت سے نوازا۔ ہاسپٹل سے صحت یاب ہو کر گھر آجاتیں۔ اور اُن کو لمبی عمر سے نوازا۔

والدہ کے تراشوں میں سے ایک نظم "اپنے خالق کے حضور" تھی آپ اکثر یہ نظم بڑے جذب اور وارفتگی کے عالم میں پڑھا کرتی تھیں۔ گویا کہ اُن کے جذبات کی حقیقی ترجمانی شاعر نے کی ہے۔ اور وہ خدا سے مخاطب ہیں۔ یہ نظم ظفر محمد ظفر صاحب کی لکھی ہوئی ہے جو میرے استاد تھے۔ عربی، اُردو اور فارسی میں قادرالکلام تھے۔ "اپنے خالق کے حضور" میں سے چند اشعار درج کرتا ہوں خدا تعالیٰ کی محبت کا لمس آپ بھی محسوس کر لیں۔

اپنے خالق کے حضور

دل کے آنگن میں بہاروں کا نظارہ ہوتا
تو کبھی آ کے جو مہمان ہمارا ہوتا

ڈوب جاتا میں تیرے بحر محبت میں اگر
پھر نہ تلاطم نہ سفینہ نہ کنارا ہوتا
ہائے تنکوں کے سہاروں نے ڈبویا ہے مجھے
جز تیرے کاش نہ کوئی سہارا ہوتا
اے میری جانِ تمنا مجھے اتنا تو بتا
وہ ادا کیا ہے میں تیرا پیارا ہوتا
آج تک دل میں ظفر کے تڑپ ہے پیارے
چھوڑ کر سارے جہاں کو وہ تمہارا ہوتا

میری والدہ کا خدا تعالیٰ سے تعلق تھا۔ مستجاب الدعوات تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اکثر خواہشات کو پورا فرما دیتا تھا۔ اس ضمن میں بہت سے واقعات ہیں۔ میں صرف ایک واقعہ تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتا ہوں۔ جب میرا چھوٹا بیٹا منور احمد پیدا ہوا وہ اُس وقت صرف دو گھنٹے کا تھا جب میں نے اُٹھا کر اُن کی گود میں رکھ دیا اور کہا کہ آپ اس کا نام رکھ دیں۔ تو فوراً کہنے لگیں اس کا نام ڈاکٹر منوّر احمد رکھ دو۔ میں نے کہا کہ منوّر احمد تو ٹھیک ہے یہ دو گھنٹے کا لڑکا ڈاکٹر کیسے ہوگیا۔ آپ نے کہا کہ بڑا ہو کر ڈاکٹر ہوگا۔ میں نے خواب میں اس کا نام ڈاکٹر منوّر رکھا تھا۔ آپ کی کہی ہوئی بات کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کی زندگی میں ہی ڈاکٹر بن گیا تھا۔ (ذالک فضل اللہ) اسی طرح کا سلوک میرے پردادا کے ساتھ تھا۔ میرے والد صاحب کو اُنہوں نے یہ دُعا دی تھی کہ خدا تمہاری اولاد کو عالم فاضل بنائے۔ اُس وقت وہ دعا دے گئے جب ہم عدم میں تھے۔ اُن کو کی ہوئی دُعا کا ہمیں علم نہیں تھا صرف والدہ کو ہی علم تھا۔ ہمیں اُس وقت والدہ نے بتایا جب ہمارے پردادا کی کی ہوئی دعا کو اللہ تعالیٰ نے لفظاً لفظاً پورا فرمایا۔ خدا نے اپنے بندے کی دعا کو سُنا اور 60 سال بعد اُس کے پورا کرنے کے لئے سامان پیدا کئے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جامعہ احمدیہ میں اُن دنوں یونیورسٹی سے صرف مولوی فاضل کا امتحان دِلایا جاتا تھا۔ مولوی عالم کا امتحان جامعہ کے طلباء سے کبھی بھی نہیں دلایا گیا تھا۔ میری کلاس مولوی فاضل والوں کی کلاس سے ایک سال پیچھے تھی۔ اُن دنوں قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری پرنسپل تھے۔ ایک دِن آپ نے ہماری کلاس کو کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہاری کلاس کو عالم عربی کا امتحان دلواؤں۔ چنانچہ اُنہوں نے ناظر صاحب تعلیم سے بات کی اُنہوں نے کہا کہ جب ہم نے فاضل کا امتحان دلوانا ہے تو عالم کے دلوانے کی کیا ضرورت ہے۔ البتہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیں۔ لہٰذا پرنسپل صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کر کے اس کلاس کی منظوری کی درخواست کی۔ حضور نے اجازت دے دی۔ چنانچہ ہمارے اساتذہ نے تیاری کر دائی۔ جب امتحان دیا تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم سب طلباء اچھے نمبروں میں کامیاب ہوگئے۔ پھر اگلے سال مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ اُس میں بھی کامیاب ہو گیا۔ پرنسپل صاحب نے عالم کی کلاس ختم کر دی۔ صرف دو سال ہی وہ کلاس چلی جس میں میں تھا اور دوسرے سال میرا بھائی مبارک جمیل۔ میری والدہ نے میرے کامیاب ہونے پر بتایا کہ یہ جو تم کو عالم اور فاضل کی ڈگری ملی ہے تمہارے پردادا کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ میرے پردادا کی 60 سال قبل کی ہوئی دعا لفظاً لفظاً قبول کرنے کے لئے وہ سارے اسباب پیدا کئے جو ہم جیسے عاجز بندوں کے بس میں نہیں تھے۔ پھر میرے عزیز چھوٹے بھائی مبارک جمیل کو بھی خدا تعالیٰ نے توفیق دی کہ اُس نے بھی عالم اور فاضل کی ڈگری حاصل کر لی۔ اس طرح ہم دونوں بھائیوں کو عالم اور فاضل کی ڈگریاں مل گئیں۔ پھر والد صاحب کی یہ بھی خواہش تھی کہ ہم سب بہن بھائی اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔ چنانچہ اپنے والدین کی دعاؤں کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے مجھے اور میرے چھوٹے بھائی مبارک احمد جمیل کو ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات) اور ایم۔او۔ایل کی ڈگریاں عطا فرمائیں۔ اسی طرح میرے بھائی بشارت احمد جمیل نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے ریاضی کیا اور پھر سٹی یونیورسٹی نیویارک سے پی۔ایچ۔ڈی ریاضی میں کیا۔ چوتھے بھائی عبد السلام جمیل نے ایم۔اے اکنامکس پنجاب یونیورسٹی سے کیا پھر نیویارک یونیورسٹی سے ایم۔بی۔اے کیا۔ سب سے چھوٹے بھائی ناصر احمد جمیل نے جانز ہاپکنز یونیورسٹی سے ایم۔ایس کمپیوٹر سائنس کیا اور لویولا یونیورسٹی بالٹی مور سے ایم۔بی۔اے کیا۔ چھوٹی ہمشیرہ ناصرہ بیگم نے پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے کیا۔ میری دوسری بہن رضیہ بیگم نے سپیشل ایجوکیشن ٹریننگ لی اور اسکول میں ہیڈ مسٹریس رہیں۔ یہ تمام باتیں تحدیث نعمت کے طور پر لکھیں ہیں۔ یہ لکھتے ہوئے میرے بدن کا رواں رواں عجز اور انکساری سے جھکا ہوا ہے۔ اور اُس ربِ رحمان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے ہمارا کبھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ اور اُس نے ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کو سُنا اور انہیں قبول فرمایا۔ اس کے بعد اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے فیض سے ہماری زندگیوں میں جلا آئی اور ہمارا دین بھی اور دُنیا بھی سنور گئی۔

(جاری ہے)